ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

3 ربیع الثانی 1434ھ • مارچ 2013ء

عالمی استعمار، امن وامان اور انتخابات

اوراس کی بادشاہی آسمانوں اور زمین سب پر حاوی ہے (البقرہ: ۲۵۵)

- ★ بیرون ممالک قادیانی ریشہ دوانیاں اور پاکستان
- ★ قادیانی ویب سائٹس پر توہینِ رسالت پر مبنی مواد
- ★ ڈاکٹر صفدر محمود کے اعتراضات کی حقیقت
- ★ تاریخ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ★ خاندانِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بنوہاشم سے رشتہ داریاں
- ★ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سرخ پوشانِ احرار

توحید و ختم نبوت کے علمبردارو ! ایک ہو جاؤ (سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے زیر اہتمام

شہداء ختم نبوت کانفرنسیں ۲۰۱۳ء

۲۲ / مارچ	۱۵ / مارچ	۳ / مارچ
جمعۃ المبارک افتتاحِ جمعہ، مسجد ختم نبوت بورے والہ	جمعۃ المبارک حاصل پور	بروز اتوار، بعد نماز مغرب مرکزی دفتر مجلس احرار اسلام نیو مسلم ٹاؤن لاہور

۲۵ / اپریل	۴ / اپریل	۲۸، ۲۹ / مارچ / جمعرات، جمعہ
جمعرات، بعد نمازِ عشاء تحفظِ ختم نبوت کانفرنس دارِ بنی ہاشم ملتان	جمعرات بعد نمازِ عشاء تحفظِ ختم نبوت کانفرنس چیچہ وطنی	احرار ورکرز کنونشن شہداء ختم نبوت کانفرنس مسجد احرار چناب نگر

www.ahrar.org.pk / www.alakhir.com

منجانب: تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

رابطہ: چناب نگر: 047-6211523 ملتان: 061-4511961 لاہور: 042-35912644 چیچہ وطنی: 040-5482253

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 24 شمارہ 3 ربیع الثانی 1434ھ — مارچ 2013ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
حضرت پیرجی ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیرِ مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رُفقائے فکر
عبد اللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد 0300-7345095

تشکیل

دل کی بات:	عالمی استعمار، امن وامان اور انتخابات	مدیر	2
شذرہ:	بیرون ممالک قادیانی ریشہ دوانیاں اور پاکستان	عبد اللطیف خالد چیمہ	4
احتجاجی مکتوب:	قادیانی ویب سائٹس پر توہینِ رسالت پر مبنی مواد	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	6
دین ودانش:	تاریخ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم (قسط: اول)	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	10
//	خاندانِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بنو ہاشم سے رشتہ داریاں (قسط: اول)	مولانا حکیم محمود احمد ظفر	22
منقبت:	در مدح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	محمد سلمان قریشی	27
افکار:	میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سرخ پوشانِ احرار	محمد یونس عالم	28
نقد ونظر:	امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ڈاکٹر صفدر محمود کے اعتراضات کی حقیقت	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	31
یادِ رفتگان:	مولانا قاری عبد الحئی عابد رحمۃ اللہ علیہ...... چند یادیں	عبد الکریم قمر	36
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط: ۲۲)	پروفیسر خالد شبیر احمد	39
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	صبیح ہمدانی	47
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	51
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	53

زرِ تعاون سالانہ
اندرونِ ملک ——— -/200 روپے
بیرونِ ملک ——— -/1500 روپے
فی شمارہ ——— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات

مدیر

عالمی استعمار، امن وامان اور انتخابات

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملوں سے شروع ہونے والی صلیبی جنگ اپنے منطقی انجام کو پہنچ رہی ہے۔ عالمی استعمار نے بہ ظاہر اسے دہشت گردی کے خلاف جنگ قرار دیا لیکن درحقیقت یہ عالمی طاغوت یہود ونصاریٰ کی اُمّتِ مسلمہ کے خلاف صرف اور صرف اعتقادی بنیادوں پر بین الاقوامی سازش اور مضبوط منصوبہ بندی تھی۔

سابق ڈکٹیٹر جنرل پرویز مشرف نے ایک ٹیلی فون کال پر جس طرح ''ظلِ شیطان'' کے سامنے گھٹنے ٹیکے وہ شکست وذلت اور بزدلی کی تاریخ میں بدترین سانحہ تھا۔ نائن الیون سے شروع ہونے والی سازش طالبان حکومت کے خاتمے، افغانستان پر ناجائز قبضے، پاکستان میں ہزاروں ریمنڈ ڈیوس کی کھلی بدمعاشی اور غنڈہ گردی، وزیرستان اور فاٹا میں حملوں، بلیک واٹر کے اجرتی قاتلوں کی آزادانہ کارروائیوں اور ڈرون حملوں کے ذریعے بے گناہ پاکستانی وافغانی مسلمانوں کے قتل عام سے ہوتی ہوئی کوئٹہ میں ہزارہ قبیلے پر حملے تک آ پہنچی ہے۔

عصرِ حاضر کا طاغوت، عراق، لبنان اور شام میں سُنّی شیعہ تصادم کے ذریعے سنیوں کے قتلِ عام کے بعد اس فرقہ وارانہ جنگ کو اب پاکستان میں ایکسپورٹ کر رہا ہے۔ سانحۂ کوئٹہ کو صرف مسلکی تناظر میں ہی دیکھنے کے بجائے دیگر حقائق کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے۔ گوادر پورٹ کو چین کے حوالے کرنے اور پاک ایران گیس پائپ لائن جیسے اہم معاہدوں پر امریکی ناراضی اور ردِّعمل کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بے شک ہزارہ قبیلے پر ظلم ہوا، لیکن اس کا ذمہ دار اہلِ سنّت کو قرار دینا نِری جہالت اور ناانصافی ہے۔ اگر اسی انداز میں سوچنا ہے تو کراچی، کوئٹہ، فاٹا اور ملک بھر میں جاری اہلِ سُنّت کے قتلِ عام کا کُھرا ہزارہ قبیلے میں جا نکلتا ہے۔

چیف جسٹس آف پاکستان نے بلوچستان میں امن وامان کے مسئلے پر حکومتی رپورٹ کو مسترد کرتے ہوئے سول انتظامیہ کی نااہلی کو سانحۂ کوئٹہ کا ذمہ قرار دیا ہے۔ چیف جسٹس سے جب یہ کہا گیا کہ شیعہ قتل ہو رہے ہیں تو انہوں نے بجا طور پر کہا کہ یہی شکایت اہلِ سُنّت کو ہے۔

سوال یہ ہے کہ کراچی اور پشاور میں بھی سُنّی شیعہ فساد ہے؟ اس وقت سندھ، بلوچستان، اور خیبر پختونخوا تین صوبے دہشت گردی کی لپیٹ میں ہیں۔ یہ پاکستان کے خلاف بین الاقوامی سازش ہے۔

۲۲ر فروری کو اسلام آباد میں ''بین المذاہب ہم آہنگی کانفرنس'' سے خطاب کرتے ہوئے صدر زرداری نے

بارہ سال بعد انکشاف کیا ہے کہ:

''دنیا دہشت گردی کے خلاف جنگ ہار رہی ہے۔''

افسوس کہ اس اعتراف کے باوجود حکمران اس ناکام اور ہاری ہوئی جنگ کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ امریکہ اپنے زخم چاٹ رہا ہے، بستر لپیٹ رہا ہے اور تابوت اٹھا رہا ہے۔ ۲۰۱۴ء تک افغانستان سے فوجیں نکالنا چاہتا ہے لیکن نیٹو فورسز کو مروانا چاہتا ہے۔ (تَحْسَبُهُمْ جَمِيعاً وَّ قُلُوبُهُمْ شَتّٰى: تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو اور ان کے دل ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں۔ القرآن) ان کے اختلافات ریکارڈ پر آ گئے ہیں۔ امریکہ اس ہاری ہوئی جنگ کا ملبہ پاکستان پر ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ ہمارے حکمرانوں اور سیاست دانوں کی صلاحیتوں کا امتحان ہے کہ وہ اس ملبے سے پاکستان کو بچا لیں۔

۲۳ رفروری کے نوائے وقت میں شائع ہونے والی امریکی تھنک ٹینک کی یہ رپورٹ نہایت اہم ہے کہ

''سی آئی اے کی تین ہزار افراد پر مشتمل خفیہ فورس فاٹا میں سرگرم عمل ہے۔ جن میں پشتو بولنے والے بھی شامل ہیں۔ یہ شدت پسندوں کو ہلاک یا گرفتار کرنے کے لیے امریکی ایجنسی کی مدد کرتی ہے۔ پاک فوج حملوں کے لیے فضائی راستہ فراہم کرتی ہے اور کریش ہونے والے ڈرون کا ملبہ بھی جمع کرتی ہے۔''

ہمیں اب تو اس جنگ سے اپنے ملک کو الگ کر لینا چاہیے۔ شکست خوردہ امریکہ ہاری ہوئی جنگ کا ملبہ پاکستان میں گرا کر پاکستانیوں سے ہی اٹھوانا چاہتا ہے۔ قومی غیرت کا تقاضا یہی ہے کہ اِس ''اٹھائی گیری'' سے ہمیں اب انکار کر دینا چاہیے۔ جناب چیف جسٹس نے یہ بھی پوچھا ہے کہ: ''ڈرون حملے کس کی اجازت سے ہو رہے ہیں؟ اس کا کوئی معاہدہ ہے؟''

اسمبلیاں تحلیل ہونے والی ہیں۔ حکومت، حزبِ اختلاف، بڑی سیاسی جماعتیں، الیکشن کمیشن، عدلیہ اور فوج سمیت تمام قومی و ریاستی ادارے انتخابات کے انعقاد پر متفق ہیں۔ درمیان میں ''بے گانی شادی میں قادری دیوانہ'' تماشا دکھانے آئے تھے مگر آج کل میں وہ بھی طبی معائنے کے لیے کینیڈا جا رہے ہیں۔ سیاسی جوڑ توڑ شروع ہے۔ پارلیمانی چھوٹے بڑے لوٹے، لوٹن کبوتر اِدھر اُدھر آ جا رہے ہیں۔ انتخابی اتحاد، سیٹ ایڈجسٹمنٹ کے معاملات طے ہو رہے ہیں۔

ایم کیو ایم پانچ سال اقتدار کے مزے لوٹ کر آخر حکومت سے الگ ہو گئی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے نواز شریف سے انتخابی اتحاد کے معاملات طے کر لیے ہیں۔ اس سے مرحومہ مجلس عمل کی بحالی اور نومولود متحدہ دینی محاذ کی نشوونما کے امکانات بھی معدوم ہو گئے ہیں۔ دینی قوتوں کے لیے پھر کڑا امتحان ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنا وزن کسی ایک پلڑے میں جمع کر کے انتخابی معرکہ سر کیا جائے اور چھوٹے چھوٹے خانوں میں تقسیم ہو کر ہمہ گیر تباہی سے دوچار ہونے سے بچا جائے۔

عالمی استعمار اور عصرِ حاضر کے طاغوت کو جمہوری فورم پر بھی مذہبی قوتوں کا سرگرم رہنا برداشت نہیں، لہٰذا مستقل منصوبہ بندی کے ساتھ پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا۔ آہستہ خرام بلکہ مخرام۔

بیرون ممالک قادیانی ریشہ دوانیاں اور پاکستان

عبداللطیف خالد چیمہ

پاکستان بننے کے بعد موسیو ظفر اللہ خان نے وزارتِ خارجہ کا قلم دان سنبھالا تو بیرون ممالک پاکستانی سفارت خانوں کو قادیانی اِرتدادی اڈوں میں تبدیل کرنے پر کام شروع کر دیا گیا۔۱۹۵۳ء میں تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت چلی اور ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ کے فلور پر لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، خوشگوار حیرت کی اِنتہا ہے کہ ۱۹۷۰ء میں جس بھٹو مرحوم کی پیپلز پارٹی نے قادیانیوں کی حمایت حاصل کی، ۱۹۷۴ء میں اُسی پیپلز پارٹی کے دورِ اقتدار میں خود بھٹو کے ہاتھوں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ جس کی جملہ کارروائی انٹرنیٹ پر آچکی ہے اور اِن شاء اللہ تعالیٰ مستقبل قریب میں شائع بھی ہو جائے گی۔ دستور کی اسلامی دفعات خصوصاً تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت جیسے قوانین کے خلاف بین الاقوامی سطح پر مہم زور پکڑ رہی ہے اور اس میں بیرون ممالک بعض پاکستانی سفارت خانے اور سفارت کار بھی قادیانی سازشوں کا شکار ہو کر ملک وملت کے خلاف سازشوں کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ بیرونی دنیا سے ہمیں مسلسل ایسی خبریں موصول ہوتی رہتی ہیں کہ قادیانی گروہ دجل وفریب کے ساتھ اسلام اور پاکستان کے خلاف لابنگ میں مصروف ہے۔ تازہ ترین صورتحال یہ ہے کہ برطانیہ میں پاکستانی سفارت خانہ (لندن) قادیانی سازشوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ پاکستانی ہائی کمشنر واجد شمس الحسن، مسٹر زرداری کی وفاداری میں تمام حدود کراس کر چکے ہیں، ۱۳رفروری کو سفارت خانے میں قادیانی آنجہانی ڈاکٹر عبدالسلام کی خدمات کے نام پر ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں ڈاکٹر عبدالسلام کو مسلم سائنسدان کے طور پر پیش کیا گیا۔ لارڈ طارق احمد برطانوی منصب کے سائے تلے ملک وملت کے خلاف سازشوں کی مکمل سرپرستی کر رہے ہیں اور ''قادیانی زرداری پیکٹ'' کے لیے بڑے بے چین ہیں۔ گزشتہ دنوں انہوں نے مسٹر زرداری کا ملکہ برطانیہ کی طرف سے ہیتھرو ائیر پورٹ پر استقبال کیا۔ قادیانی ٹی وی (M.T.A) مسلم ٹی وی احمدیہ کے نام سے لندن سے دن رات اسلام اور پاکستان کے خلاف زہر اگل رہا ہے۔ اب یہ چینل کسی دوسرے ملک کے سیٹلائٹ سسٹم کی بجائے پاکستان کی اپنی سیٹلائٹ پاک سیٹ آر 38 ڈگری پر چل رہا ہے اور اسلام کے نام پر اسلام دشمنی پھیلا رہا ہے۔ یہ صورتحال آئین وقانون کے حوالے سے بھی قابل گرفت ہے۔ حکومت اور پیمرا سمیت متعلقہ ادارے کوئی نوٹس نہیں لے رہے اور اس محاذ پر کام کرنے والی قابل احترام جماعتیں بھی توجہ نہیں دے رہیں۔

ہم سب کے لیے ازحد ضروری ہے کہ روایتی و تنظیمی کام کے ساتھ ساتھ انٹرنیشنل سطح کی قادیانی سرگرمیوں کو واچ کریں۔ ذہن سازی اور لابنگ کے لیے راستے تلاش کریں تاکہ قادیانی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے توڑ اور سدِ باب کے لیے ہم آگے بڑھ سکیں۔

گزشتہ ماہ آپ نے دیکھا کہ بظاہر انسانی حقوق کے نام پر اور درحقیقت قادیانی ایجنڈے پر کام کرنے والی مشہورِ زمانہ عاصمہ جہانگیر کا نام نگران وزیرِاعظم کی فہرست میں بہت پیچھے آچکا ہے۔ یہ نام امریکہ کی مرضی کا نام تھا، جسے مسلم لیگ (ن) کے رہنما اور اپوزیشن لیڈر چودھری نثار علی خان نے تجویز کیا اور پیپلز پارٹی بھی تائید کر چکی تھی، متحدہ تحریک ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان اور اس میں شامل جماعتوں کے تمام رہنماؤں نے اِس حوالے سے جانکاہ محنت کی اور عاصمہ جہانگیر کے اسلام و وطن دشمن کردار خصوصاً موصوفہ کی قادیانیت نوازی کو میڈیا پر پوری طرح بے نقاب کیا۔ سوالحمدللہ قوم میں بیداری پیدا ہوئی اور اس احتجاج کے بعد حکمران، اپوزیشن اور مقتدر حلقے اس نام کو فہرست سے خارج کرنے پر غور کرنے لگے خود موصوفہ فرما رہی ہیں کہ ”مجھے نگران وزیرِاعظم بننے کا کوئی شوق نہیں“ جبکہ قبل ازیں فرما چکی ہیں کہ ”میرا نام پیش ہوا مجھے اس پر فخر ہے“ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مل جل کر اصل دشمن کے اہداف کو سمجھنے کی توفیق سے نوازیں (آمین)

نئی کتابیں

سیّدی واَبی

(اضافہ شدہ ایڈیشن)

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے سوانح و افکار اور جیل سے لکھے گئے بیٹی کے نام خطوط

تاریخی واقعات، ذاتی یادداشتیں، عظیم شخصیات کا تذکرہ
ایک عظیم بیٹی کا اپنے عظیم باپ کو خراجِ تحسین

مصنفہ
بنتِ امیر شریعت سیدہ اُم کفیل بخاری رحمۃ اللہ علیہا

صفحات: 336
قیمت: -/400 روپے

مضامینِ راحیل

مشہور سابق قادیانی شیخ راحیل احمدؒ کے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ بیتی، تاثرات، مرزا مسرور احمد کے نام خطوط، تاریخی انٹرویوز اور قادیانیوں کو دعوتِ اسلام پر مشتمل مضامین کا مجموعہ

ترتیب: محمد عامر اعوان / انیف کاشر

صفحات: 744 • قیمت: -/700 روپے

ناشر: احرار فاؤنڈیشن پاکستان، 69۔سی نیو مسلم ٹاؤن لاہور

ملنے کے پتے

راوی پبلشرز، الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور: 0345-4233071
رویم پبلشرز، الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور: 0300-9480356
مکتبہ معاویہ جامع مسجد روڈ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال: 0304-6464253
Zulfiqar Ali : 167 Kempton Road East-Ham Newhan E62 PD, Uk. Ph # 00447877816693

رابطہ بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061 - 4511961 0300-8020384

قادیانی ویب سائٹس پر توہینِ رسالت پر مبنی مواد

ڈاکٹر محمد عمر فاروق

تاریخ 26-2-2013　　　　حوالہ:3

جناب چیئرمین پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی اسلام آباد

جناب عالی!　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گزارش ہے کہ جیسے کہ پی ٹی اے نے توہین رسالت کے مواد پر مبنی ویب سائٹس کی اطلاع دینے کا سرکلر جاری کیا تھا۔اسی ضمن میں یہ معلومات پیش خدمت ہیں:

(ا)　جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ قادیانی اور لاہوری گروہ جسے تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 260(3)B کے تحت غیر مسلم قرار دیا جاچکا ہے اور قادیانی ولاہوری مرزائی پاکستان کے آئین کے تحت اپنی تبلیغ نہیں کر سکتے، اسلامی شعائر کا استعمال نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب کی اشاعت کر سکتے ہیں۔

اِن آئینی پابندیوں کے باوجود مذکورہ دونوں غیر مسلم گروہ انٹرنیٹ پر اپنی ویب سائٹس کے ذریعے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 الف میں درج توضیح اور دستور کے آرٹیکل کی شق 3 کے تحت عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کی تبلیغ کے مرتکب ہو رہے ہیں جو کہ آئین کے تحت ممنوع اور قابل تعزیر جرم قرار دی جا چکی ہے۔اُن کی درجنوں ویب سائٹس بالخصوص www.alislam.org اور www.aaiil.org پر بھاری تعداد میں توہین رسالت پر مبنی مواد موجود ہے۔

اِن تمام ویب سائٹس کے links درج ذیل ہیں:

http://www.alislam.org/affiliated-websites.php

http://aaiil.org/text/othrsite/othrsite.shtml

(۲)　جنابِ والا! www.alislam.org کا نام ہی مملکتِ پاکستان کے آئین کی خلاف ورزی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ وہ کس طرح اسلام کے نام کو استعمال کر کے لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

(۳)　ان گروہوں پر دوسروں کو تبلیغ کرنے پر پابندی ہے، مگر اُن کے رہنماؤں کی تمام تبلیغی تقریریں، روزنامہ اخبار اور

کئی زبانوں میں جرائد اور کتب اِن سائٹوں پر موجود ہیں۔ جن کے ذریعے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔

(۴)　مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام کتب کی اشاعت قانونی طور پر ممنوع ہے۔ لیکن اس آئینی پابندی کے باوجود مرزا قادیانی کی تمام کتب علیحدہ علیحدہ ناموں کے ساتھ ساتھ یکجا طور پر ''روحانی خزائن'' کے نام سے بھی اِن ویب سائٹس پر موجود ہیں۔ حالانکہ یہ تمام کتابیں توہینِ رسالت اور توہینِ ازواج و اصحابِ رسول پر مبنی مواد سے بھری پڑی ہیں۔ ثبوت کے طور پر مرزا قادیانی کی ان کتابوں میں سے صرف مندرجہ ذیل چند حوالے ملاحظہ کیجیے:

توہینِ رسالت:

☆　''خدا نے آج سے بیس برس پہلے ''براہین احمدیہ'' میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی، ''ایک غلطی کا ازالہ''، صفحہ 8، ''روحانی خزائن''، جلد 18، صفحہ 231)

☆　''سچا خدا وہی ہے، جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی، ''دافع البلاء''، صفحہ 11، ''روحانی خزائن''، جلد 18، صفحہ 231)

☆　''میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا اور میرا نام نبی رکھا۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی، ''تتمہ حقیقت الوحی''، صفحہ 68، ''روحانی خزائن''، جلد 22، صفحہ 503)

☆　''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان معجزات قریب تین ہزار کے ہیں۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی، ''تحفۂ گولڑویہ''، صفحہ 40، ''روحانی خزائن''، جلد 17، صفحہ 153)

جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے معجزات کے بارے میں لکھتا ہے کہ

☆　''خدا نے میری سچائی کے لیے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کیے۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی: ''براہین احمدیہ''، جلد 5، صفحہ 118، ''روحانی خزائن''، جلد 21، صفحہ 63)

توہینِ صحابہ رضی اللہ عنہم:

☆　حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی توہین:

''میں وہی ہوں، جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ، ابوبکر تو کیا؟ وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی: ''اشتہار معیار الاخیار''، صفحہ 11، ''مجموعۂ اشتہارات''، جلد 3، صفحہ 278)

☆ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین:

''حضرت فاطمہؓ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اُس میں سے ہوں۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی: ''ایک غلطی کا ازالہ'' صفحہ:9، ''روحانی خزائن'': جلد 18، صفحہ 213 حاشیہ)

مسلمانوں کی تکفیر:

☆ ''جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا، وہ کافر ہے۔''

(مرزا غلام احمد قادیانی: ''حقیقت الوحی''، صفحہ 163، ''روحانی خزائن''، جلد 22، صفحہ: 167)

(۵) جنابِ والا! آپ نے انٹرنیٹ پر قادیانیوں کی ویب سائٹس پر موجود توہینِ رسالت اور توہین اصحاب و اولادِ رسولؐ پر مشتمل حوالہ جات ملاحظہ کیے۔ اب آپ قادیانیوں کے اِن اقدامات کے بارے میں عدالت کا فیصلہ بھی دیکھیں:

> ''آئین کی دفعہ 298 سی کسی قادیانی کو اس طریقہ کار اور اپنے عام طرزِ عمل کے لیے اس صورت میں سزا دہی کا مستوجب قرار دیتی ہے کہ جب وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ اپنے آپ کو مسلم ظاہر کرتا ہے، یا اپنے عقیدے کو اِسلام کہتا، یا اس کا حوالہ دیتا ہے، یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا نشر و اشاعت کرتا ہے، یا کسی نظر آنے والی قائم مقامی کے ذریعے یا کسی بھی اور طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکاتا ہو۔''
>
> (جسٹس امیر الملک مینگل (بلوچستان ہائیکورٹ)، پی ایل ڈی 1988 کوئٹہ)

(۶) ان بیّن شواہد کی روشنی میں مرزا قادیانی اور اُس کے ساتھیوں کی توہین رسالت پر مبنی کتب کی ویب سائٹس پر موجودگی اور مسلسل اپنے کفریہ عقائد کو اِسلام کے نام پر پیش کرنے کی جسارت نہ صرف پاکستان کے آئین کی سراسر خلاف ورزی ہے، بلکہ امت مسلمہ کے دینی عقائد کی توہین و تضحیک کے مترادف ہے اور عالم اسلام کی دل آزاری کا مسلسل باعث بھی ہے، نیز ایک اسلامی ملک میں اسلام سے کھلی دشمنی کا اظہار و اِعلان ہے۔ اِس لیے جناب والا سے گزارش ہے کہ تمام قادیانی ویب سائٹس پر مستقلاً پابندی لگا کر اس کے ذمہ داروں کے خلاف از خود کارروائی کی جائے اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کا خاطر خواہ انتظام کر کے مسلمانوں کے بنیادی حقوق کی پاسداری کی جائے۔

(۷) جناب والا! جب جولائی 2012ء میں پی ٹی اے نے www.alislam.org پر پابندی لگائی تھی تو اُس وقت PTA نے ویب سائٹ کی بندش کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ: ''احمدی (قادیانی) پاکستانی آئین کے تحت اپنی تبلیغ کے مجاز نہیں ہیں، نیز اِس ویب سائٹ کو توہین رسالت پر مبنی مواد شائع کرنے کا ذمہ دار بھی ٹھہرایا گیا

تھا۔'' (بحوالہ "The Nation".lahore.6July 2012.) مذکورہ توہین رسالت پر مبنی مواد بغیر کسی تبدیلی کے اَب بھی ویب سائٹ پر موجود ہے اور اِس ویب سائٹ سمیت تمام قادیانی ویب سائٹس بلاجھجک اپنے تبلیغی مقاصد کے لیے استعمال کی جارہی ہیں۔

امید ہے کہ PTA فوری کارروائی کرتے ہوئے www.alislam.org اور www.aaiil.org سمیت تمام قادیانی ویب سائٹس پر پابندی عائد کرکے مسلمانوں کے عقائد اور جذبات کا احترام کرے گی۔

والسلام

ڈاکٹر محمد عمر فاروق
ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان
0300-5780390
omartlg@yahoo.com

نقل برائے اطلاع:

☆ صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان، اسلام آباد

☆ وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان، اسلام آباد

☆ وفاقی وزیر مذہبی امور، اسلام آباد

☆ سیکرٹری وفاقی وزارت مذہبی امور، اسلام آباد

☆ چیئرمین، پاکستان میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی، اسلام آباد

☆☆☆

قسط:اوّل

تاریخِ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

نقیبِ ختمِ نبوّت فروری ۲۰۱۳ء کے صفحہ ۱۳ پر ''تاریخ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے مضمون کی دوسری قسط شائع ہوئی۔ جبکہ پہلی قسط سہواً شائع ہونے سے رہ گئی۔ ذیل کے مضمون کو قسط اوّل شمار کیا جائے۔ (ادارہ)

کتب تاریخ وسِیَر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت کی طرح تاریخِ وفات کے بارے میں بھی مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

سال وفات:

محدثین اور ارباب تاریخ وسیر کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۱ھ میں واقع ہوئی۔

ماہِ وفات:

اسی طرح ارباب تاریخ وسیر کا اس بات پر بھی مکمل اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ ربیع الاوّل میں رونما ہوا جبکہ ایک روایت میں ۱۱ر رمضان کا ذکر ہے۔

یومِ وفات:

امام بخاریؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بغرض عیادت تشریف لے گئیں تو انہوں نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن وفات پائی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''پیر'' کے دن۔

وَ قَالَ لَهَا فِی اَیِّ یَومٍ تُوَفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَت یَوم الاِثْنَینِ.

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب: موت یوم الاثنین۔ رقم الحدیث: ۱۳۸۷)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ ارباب تاریخ وسیر کا ''یومِ وفات'' پیر کے دن پر بھی اتفاق ہے اگرچہ ایک روایت میں بدھ کا دن بھی منقول ہے۔

وقت وفات:

وفات کے وقت کے بارے میں بھی مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ چاشت کا وقت تھا اور اوزاعی، زہری اور عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ زوال کا وقت تھا جبکہ صحیح بخاری کی روایت میں ''آخر یوم'' کا ذکر ہے۔

حافظ ابن حجر نے بخاری کی روایت اور زہری وغیرہ کے قول میں یوں تطبیق دی ہے کہ ممکن ہے کہ حدیث میں ''آخر یوم'' سے مراد دن کے نصف ثانی کا آغاز ہو اور یہ زوال کا وقت ہی ہوتا ہے۔ نیز چاشت کے وقت بھی زوال تک رہتا ہے۔ اس لیے ان تمام اقوال میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

(ملاحظہ ہو: فتح الباری، جلد: ۸، ص: ۱۸۱، سیرت ابن کثیر، جلد: ۴، ص: ۵۰۶، زرقانی، جلد: ۳، ص: ۱۱۰)

تاریخ وفات:

ارباب تاریخ وسیر نے تاریخ وفات کے متعلق ۱، ۲، ۴، ۱۰، ۱۲ / ربیع الاوّل کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جبکہ اہلِ تشیُّع کے نزدیک تاریخ وفات ۲۸ / صفر اور بارہ ربیع الاوّل ہے۔ ۲۸ / صفر کی تاریخ کو تحفۃ العوام، ص: ۶۴ پر اسی وجہ سے منحوس تاریخ قرار دیا گیا ہے۔ اکثر اہلِ تشیُّع نے اسی تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ اس کے برعکس ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی نے تاریخ وفات بارہ ربیع الاوّل نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: اصول کافی، کتاب الحجۃ، ص: ۳۲۷)

مذکورہ اقوال میں سے یکم، دو اور بارہ ربیع الاوّل کا قول زیادہ مشہور ہے۔ ابن اسحاق، واقدی اور ابن سعد سمیت اکثر مؤرخین نے بارہ ربیع الاوّل کا قول نقل کیا ہے۔ (سیرت ابن کثیر، جلد: ۴، ص: ۵۰۷)

طبری، ابومخنف اور کلبی سے ۲ / ربیع الاوّل منقول ہے سلیمان بن طرحان نے اسی پر جزم کیا ہے اور سُہیلی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ (سیرت ابن کثیر، جلد: ۴، ص: ۵۰۸، فتح الباری، جلد ۸، ص: ۱۶۳)

موسیٰ بن عقبہ، لیث، خوارزمی، ابن زبیر کے بقول یکم ربیع الاوّل کو وفات ہوئی۔ (حوالہ مذکور)

مفتی رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ایک اور دو، ربیع الاوّل بھی حساب کے مطابق درست ہے اکثر نے دو کو اختیار کیا ہے بارہ ربیع الاوّل کا خیال بدیہی البطلان ہے...... حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ''ثانی شہر ربیع الاوّل'' کو ''ثانی عشر'' پڑھ لیا گیا۔ اس لیے بارہ ربیع الاوّل مشہور ہوگیا۔ (احسن الفتاویٰ، جلد: دوم، ص: ۳۶۸)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ: تاریخ وفات میں مشہور ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو واقع ہوئی اور یہی

جمہور مؤرخین لکھتے چلے آئے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ بھی یقینی اور متفق علیہ امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج ۹ ر ذی الحج اور جمعہ کو ہوا۔ ان دونوں باتوں کے ملانے سے بارہ ربیع الاوّل کو روز دوشنبہ نہیں پڑتا اس لیے حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخ وفات ۲ ر ربیع الاوّل ہے۔ کتابت کی غلطی سے ۲ کا ۱۲، اور عربی عبارت میں ''ثانی شھر ربیع الاوّل'' کا ''ثانی عشر ربیع الاوّل'' بن گیا۔

حافظ مغلطائی نے بھی ۲ ر ربیع الاوّل کی تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ (سیرت خاتم الانبیاء، ص:۱۴۴)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے نزدیک صحیح اور راجح قول کے مطابق تاریخ وفات ۲ ر ربیع الاوّل ہے جبکہ بارہ ربیع الاوّل کسی حساب سے تاریخِ وفات نہیں ہوسکتی کیونکہ اس روز ''پیر'' نہیں آتا۔

حضرت مفتی صاحب اس اقتباس سے صرف تین صفحات پہلے یہ لکھ آئے ہیں کہ ۲۸ ر صفر ۱۱ھ چہارشنبہ (بدھ) کی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہلِ قبور کے لیے دعائے مغفرت کی وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا پھر بخار ہوگیا اور صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر بخار رہا اور اسی حالت میں وفات ہوگئی۔ (حوالہ مذکور، ص:۱۴۱)

مرض وفات کے آغاز سے متعلق ۲۸ ر صفر آخری چہارشنبہ کا قول مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری نے بھی نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتاوٰی رحیمیہ، جلد: دوم، ص:۶۸)

شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت وفات نبی سے متعلق بارہ ربیع الاوّل کے قول کی مدلّل تردید کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جتنے بھی عقلی احتمالات نکل سکتے ہیں سارے احتمال نکال کر آپ حساب لگائیں تو بارہ ربیع الاوّل کو سوموار نہیں بنتا۔ یہ جب چاہیں آپ حساب لگالیں۔ یعنی یوں سمجھو مشاہدہ والی بات ہوگئی تو تاریخ بارہ ربیع الاوّل وفات کی بھی نہیں بنتی۔ ولادت کی بھی نہیں بنتی۔ (ماہنامہ لولاک ملتان، ص:۹، فروری ۲۰۱۲ء)

دوسری طرف موصوف زیرِ عنوان ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتدا صفر کے آخری بدھ کو ہوئی'' لکھتے ہیں کہ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری بدھ کو اس مرض کی ابتدا ہوئی تھی جس مرض کے نتیجے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے۔ اسی بیماری کے نتیجہ میں چند دنوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، دو ہفتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار رہے چودہ یا پندرہ دن۔ بہرحال صفر کا آخری بدھ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کی ابتدا کا دن

ہے نہ کہ غسل صحت کا۔ میں ان کی ناواقفیت کو ظاہر کر رہا ہوں اور ان کی جہالت دور کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ نادانو! یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسلِ صحت کا دن نہیں یہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبِ فراش ہونے کا دن ہے۔ اس لیے میں آپ کے ذہن میں یہ بات ڈالنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک آپ اس بات کو پہنچاسکیں اپنے گھروں میں ارد گرد یہ بات ذہن میں ڈال کے رکھیں کہ صفر کا آخری بدھ یہ کوئی خوشی منانے کا بدھ نہیں ہے۔ یہ جاہلیت والی بات ہے اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کی ابتدا اس تاریخ میں ہوئی تھی (ماہنامہ لولاک ملتان، ص: ۲۵ تا ۲۷۔ جنوری ۲۰۱۲)

تعجب بالائے تعجب یہ کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور ان کے دیگر ہم خیال حضرات ایک طرف ۲۸ رصفر بدھ کے دن سے مسلسل ومتواتر تیرہ روز تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علالت میں مبتلا رہنے کا ذکر فرماتے ہیں اور دوسری طرف ۱۲ ربیع الاوّل تاریخ وفات کے قول کی تردید کرتے ہوئے ۲ ربیع الاوّل پیر کے دن وفات کے واقع ہونے کے بھی قائل ہیں۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

اگر خلاف حقیقت موصوف کی تلقین کے مطابق ۲۸ رصفر کو بدھ کا دن تسلیم کرلیا جائے تو خواہ مہینے کو کامل یعنی تیس دن کا یا ناقص یعنی ۲۹ دن کا شمار کریں تو ۲ ربیع الاوّل کو اتوار یا ہفتہ کا دن ہی آتا ہے ''پیر'' کسی صورت میں نہیں آتا جبکہ ان کے نزدیک ۲ ربیع الاوّل کو ''پیر'' تھا۔

علاوہ ازیں اس صورت میں ایام علالت بھی تیرہ روز نہیں بنتے بلکہ زیادہ سے زیادہ پانچ دن ہی قرار پاتے ہیں۔

ہمارے علمائے کرام نے ایک طرف ۹ رذی الحجہ ۱۰ھ سے لے کر ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ تک تین مہینوں کے دنوں کا حساب کر کے یہ ثابت کردیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل تاریخ وفات نہیں ہوسکتی کیونکہ اس تاریخ کو ''پیر'' کا دن نہیں آتا۔ لیکن دوسری طرف یہی علما مرض وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز ۲۸ رصفر آخری بدھ اور ایام علالت تیرہ دن بتانے کے باوجود تاریخ وفات ۲ ربیع الاوّل متعین کرتے ہیں۔ فیاللعجب!

۲۸ رصفر کو بدھ قرار دیں تو ۲ ربیع الاوّل کو ''پیر'' نہیں آتا اور ۲ ربیع الاوّل کو ''پیر'' قرار دیں تو ۲۸ رصفر کو بدھ نہیں آتا۔ اسی طرح ایام علالت بھی تیرہ دن نہیں بنتے اگرچہ کتب تاریخ وسیر میں دس، بارہ، تیرہ، چودہ دن کا ذکر ملتا ہے لیکن اکثر ارباب تاریخ وسیر کے نزدیک کل ایام علالت تیرہ دن ہیں۔

''یوم علالت'' کے بارے میں واقدی، ابن سعد، حاکم، ابن حبان اور بیہقی نے بدھ کا قول نقل کیا ہے (جسے علما نے آخری بدھ بنادیا) کہ اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کا آغاز ہوا تھا۔

(ملاحظہ ہو: طبقات ابن سعد اردو، جلد: دوم،ص:۲۵۸۔ زرقانی، جلد:۸،ص:۲۵۵۔ فتح الباری، جلد:۸،ص:۲۰۶)

جبکہ سلمان تیمی اور خطابی سے ہفتے کا دن اور امام لیث بن سعد سے پیر کا دن منقول ہے لیکن زیادہ تر روایات بدھ سے متعلق ہیں۔

اسی طرح ''تاریخ علالت'' کے متعلق بھی ۱۸؍صفر سے لے کر ۲۹؍صفر تک کے اقوال ملتے ہیں جبکہ ''مقام علالت'' کے حوالے سے بیت میمونہ، بیت زینب بنت جحش، اور بیت ریحانہ رضی اللہ عنہن کا ذکر پایا جاتا ہے لیکن بیت میمونہ رضی اللہ عنہا کو راجح قرار دیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری، جلد:۸،ص:۱۲۹)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مفتی رشید احمد صاحبؒ نے بحوالہ ابن حجر بارہ ربیع الاوّل کے تاریخ وفات نہ ہونے کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے وہ بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ ''ثانی شہر ربیع الاوّل'' سے ثانی عشر ربیع الاوّل'' بنا دیا گیا۔ مفتی رشید احمد صاحبؒ لکھتے ہیں کہ: کتب تاریخ میں دراصل یوں لکھا تھا کہ ''ثانی شہر ربیع الاوّل'' شہر مہینے کو کہتے ہیں۔ یعنی ماہ ربیع الاوّل کی ۲ تاریخ مگر بعد میں کسی ناقل سے لکھنے یا پڑھنے میں غلطی ہوگئی اس نے اس کو پڑھ لیا ''ثانی عشر ربیع الاوّل'' ثانی عشر کہتے ہیں ۱۲ کو۔ اصل لفظ تھا ''شہر'' اسے ''عشر'' پڑھ لیا گیا اس طرح ۲ کا ۱۲ بن گیا اور یہ غلط بات پھیل گئی۔ بعض نے اختلافِ مطالع کی بات کی ہے جو بالکل باطل ہے۔ (ربیع الاوّل میں جوشِ محبت،ص:۹)

کیا ہزاروں علما کی موجودگی میں کسی ایک شخص کی غلط فہمی یا غلط خواندگی اس طرح رواج پا سکتی ہے؟ سخت حیرت ہے کہ ہزاروں علما میں سے کوئی بھی اس کی تصحیح نہیں کر سکا اور یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم شخصیت کی تاریخ وفات غلط طور پر مشہور ہوگئی۔ پھر مزید حیرت اس بات پر بھی ہے کہ حافظ ابنِ حجر (م ۸۵۲ھ) کی اس ''تحقیق ودریافت'' کے بعد بھی ارباب تاریخ وسیر اس غلط قول کو ہی نقل کرتے رہے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری لکھتے ہیں کہ:

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الاوّل شریف کی بارہ تاریخ کو اس عالم فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ (ضیاء النبی، جلد: چہارم،ص:۸۱۹)

جبکہ موصوف اس سے چند صفحات پہلے ص:۷۹۲ پر ''آغاز مرض'' کی تاریخ ۲۹؍صفر بروز پیر اور ایام علالت تیرہ، چودہ اور پندرہ دن لکھ آئے ہیں۔

لیکن موصوف اس بات پر غور نہیں کر سکے کہ آغاز مرض کی اس تاریخ (۲۹؍صفر) بروز پیر سے بارہ ربیع الاوّل کو

کیوں کر'' پیر'' آ سکتا ہے؟ صَفَر ناقص (یعنی ۲۹ دن) کی صورت میں بارہ ربیع الاوّل کو ہفتہ اور صفر کامل (یعنی تیس دن) کی صوت میں اتوار کا دن آتا ہے۔ پیر کسی صورت میں بھی نہیں آتا۔

معروف سیرت نگار جناب قاضی عبدالدائم دائم صاحب نے اپنی کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات ۱۳ ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز پیر بعد از زوال تحریر کی ہے اور اس بات کی تصریح بھی کی ہے کہ ''محدثین واصحاب سیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ ہم اس بحث میں پڑ کر کتاب کو طول دینا نہیں چاہتے۔ ہم نے وہ تاریخ درج کی ہے جو زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے۔'' (سید الوریٰ، جلد: ۲، ص: ۴۸۶)

ملحوظ رہے کہ یہ کتاب ۱۹۹۸ء میں کتب سیرت کے مقابلہ میں حکومت پاکستان کی طرف سے اوّل انعام کی مستحق قرار پائی ہے۔

موصوف اسی کتاب میں پیچھے ص: ۴۴۹ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کا آغاز ۲۹ صفر بروز بدھ اور ص: ۴۷۸ پر ایام علالت تیرہ دن لکھ آئے ہیں لیکن اگر صفر کو ناقص شمار کریں تو ۱۳ ربیع الاوّل کو منگل آتا ہے اور کامل تصور کریں تو بدھ کا دن آتا ہے جبکہ وفات کا پیر کے دن واقع ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

اس تفصیل یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ اکثر ارباب تاریخ و سیر کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کا آغاز بدھ کے روز ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوا اور تیرہ دن کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں وفات پائی۔ یہ ملحوظ رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوران علالت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ''پیر'' کے دن ہی منتقل ہوئے تھے اس طرح مدت علالت 13=8+5 دن بھی متعین ہوگئی۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات کا آغاز صفر کے آخری بدھ کو ہوا تھا بلکہ اس سے ایک ہفتہ پہلے (بدھ کے دن ہی) اس بیماری کی ابتدا ہوئی تھی جبکہ آخری بدھ کو شدت آ گئی تھی۔ (ملاحظہ ہو: سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۹۵۔ مؤلفہ: حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی، ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد: چہارم، ص: ۷۹۸، مؤلفہ: پیر محمد کرم شاہ الازہری)

مرض میں شدت کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات سے بھی ہوتی ہے وہ صفر کے آخری بدھ کے اگلے دن جمعرات کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

یَومُ الْخَمِیسِ وَمَا یَومُ الْخَمِیسِ ثُمَّ بَکیٰ حَتیّٰ خَضَبَ دَمعُهُ الحَصباءَ فَقَالَ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَجعُهُ یَومَ الْخَمِیس. (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب: ھل یشفع اھل الذمة و معا ملتھم جوائز الوفد، رقم الحدیث: ۳۰۵۳)

ترجمہ: جمعرات کا دن اور آہ جمعرات کا دن بھی کیسا تھا؟ اور پھر اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے سنگریزے تک بھیگ گئے اور پھر کہنے لگے کہ جمعرات کے دن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت ہوئی۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

یَوم الخَمِیسِ وَ مَا یومُ الخَمِیسِ ثُمَّ بَکیٰ حَتی بلَّ دَمعُهُ الحِصیٰ قُلتُ یَا اَبَا عبَّاس وَ مَا یومُ الخَمِیسِ قال اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجعُهُ ۔(صحیح بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب اخراج الیهود من جزیرة العرب، رقم الحدیث:۳۱۶۸)

ترجمہ: جمعرات کا دن اور آہ جمعرات کا دن۔ پھر انہوں نے ایسی گریہ وزاری کی جس سے سنگریزے بھیگ گئے تو میں (ابن جبیر) نے پوچھا اے ابوالعباس رضی اللہ عنہ جمعرات کا دن کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض شدت ہوئی۔

تیسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

یَوم الخَمِیسِ وَ مَا یَومُ الخَمِیسِ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجعُهُ. (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی و وفاته، رقم الحدیث:۴۴۳۱)

ترجمہ: جمعرات کا دن اور آہ جمعرات کا دن اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت شدت کا درد ہو رہا تھا۔

جبکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

یَوم الخَمِیسِ وَ مَا یومُ الخَمِیسِ ثُمَّ جَعَلَ تَسِیْلُ دُمُوعُهُ حَتّیٰ رَأَیْتُ عَلی خَدَّیهِ کَأَنَّهَا نِظَامُ اللوء لوء لُو. (صحیح مسلم کتاب، الوصیة لمن یس له شئی یو میه فیه، جلد: دوم، ص:۴۲)

ترجمہ: جمعرات کا دن اور کیا ہے جمعرات کا دن؟ پھر ان کے آنسو بہنے لگے دونوں گالوں پر جیسے موتی کی لڑی ہو۔

جن حضرات نے صفر کے آخری بدھ کو مرض الوفات کا آغاز قرار دیا ہے انہیں شدید غلط فہمی لاحق ہوئی ہے یہ آخری بدھ نہیں تھا بلکہ اس سے پہلا بدھ تھا۔ (ملاحظہ ہو: سیرت المصطفیٰ، جلد:۳، ص:۱۵۷، مؤلفہ: مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد: دوم، ص:۱۶۰، مؤلفہ: شبلی نعمانی، کشف الباری، کتاب المغازی، ص:۶۶۰، مؤلفہ: شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان)

اس تفصیل سے یہ بات تو واضح ہوگئی ہے کہ مرض الوفات کا آغاز صفر کے آخری بدھ سے بھی پہلے بدھ سے ہوا

تھا اب یہ معلوم کرنا باقی رہ گیا ہے کہ یہ بدھ صفر کے کس تاریخ کو آتا ہے؟ اس کا تعلق تاریخ وفات کے تعین کے ساتھ ہے لہٰذا پہلے تاریخ وفات کا تعین کرنا ضروری ہے۔

اس سلسلہ میں ارباب تاریخ وسیر کا تین باتوں پر اتفاق پایا جاتا ہے۔

(۱) سال وفات ۱۱ھ (۲) وفات کا مہینہ ربیع الاوّل (۳) وفات کا دن ''پیر'' البتہ تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف ہے جن میں سے یکم، دو اور بارہ ربیع الاوّل کے اقوال زیادہ مشہور ہیں۔

محققین کے نزدیک سال ۱۱ھ ماہ ربیع الاوّل اور دن ''پیر'' بالاتفاق متعین ہو جانے کے بعد حسابی اعتبار سے وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل کسی صورت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہیں نیز محدثین اور مؤرخین کا ان پر اجماع ہے۔ اوّل یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج ۱۰ھ میں اور وقوف عرفہ ۹ رذی الحجہ بروز جمعہ ثابت ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: زیادۃ الایمان ونقصانہ۔ رقم الحدیث: ۴۵)

اور دوم یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ''پیر'' کے دن ہوئی۔ (ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب: موت یوم الاثنین، رقم الحدیث: ۱۳۸۷) ان دونوں حقیقتوں کو تسلیم کر لینے کے بعد کسی حساب سے بھی بارہ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں آتا کیونکہ حجۃ الوداع اور وفات کے درمیان صرف تین مہینوں (محرم، صفر، ربیع الاوّل) کے چاند طلوع ہوئے ہیں۔ ان مہینوں کی زیادہ سے زیادہ آٹھ صورتیں بن سکتی ہیں اور اتفاق یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک صورت میں بھی ۱۲ر ربیع الاوّل کو پیر کا دن نہیں آتا۔

ملاحظہ فرمائیں:

پہلی صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم محرم	ہفتہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم صفر	پیر	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	بدھ	بارہ ربیع لاوّل اتوار
دوسری صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم محرم	ہفتہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم صفر	پیر	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)

	یکم ربیع الاوّل	منگل	بارہ ربیع الاوّل ہفتہ
تیسری صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	کامل مہینہ(۳۰دن کا)
	یکم محرم	ہفتہ	ناقص مہینہ(۲۹دن کا)
	یکم صفر	اتوار	ناقص مہینہ(۲۹دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	پیر	بارہ ربیع الاوّل جمعہ
چوتھی صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	کامل مہینہ(۳۰دن کا)
	یکم محرم	ہفتہ	ناقص مہینہ(۲۹دن کا)
	یکم صفر	اتوار	کامل مہینہ(۳۰دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	منگل	بارہ ربیع الاوّل ہفتہ
پانچویں صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	ناقص مہینہ(۲۹دن کا)
	یکم محرم	جمعہ	ناقص مہینہ(۲۹دن کا)
	یکم صفر	ہفتہ	ناقص مہینہ(۲۹دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	اتوار	بارہ ربیع الاوّل جمعرات
چھٹی صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	ناقص مہینہ(۲۹دن کا)
	یکم محرم	جمعہ	ناقص مہینہ(۲۹دن کا)
	یکم صفر	ہفتہ	کامل مہینہ(۳۰دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	پیر	بارہ ربیع الاوّل جمعہ
ساتویں صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	ناقص مہینہ(۲۹دن کا)
	یکم محرم	جمعہ	کامل مہینہ(۳۰دن کا)
	یکم صفر	اتوار	کامل مہینہ(۳۰دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	منگل	بارہ ربیع الاوّل ہفتہ
آٹھویں صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	ناقص مہینہ(۲۹دن کا)

یکم محرم	جمعہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
یکم صفر	اتوار	ناقص مہنہ (۲۹ دن کا)
یکم ربیع الاوّل	پیر	بارہ ربیع الاوّل جمعہ

تین مہینوں کے چاند کی مذکورہ بالا آٹھ صورتیں ہی ممکن تھیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہفتہ میں سات دن ہونے کے باوجود ان آٹھ صورتوں میں بارہ ربیع الاوّل کو ''پیر'' کا دن نہیں آتا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا پیر کے دن ہونا یقینی ہے۔ لہٰذا بارہ ربیع الاوّل والی روایت (جسے اگرچہ جمہور مؤرخین، واعظین اور مقررین نے اختیار کیا ہے) خلاف حقیقت ہے۔

اسی طرح اہلِ تشیُّع کی دونوں (۲۸ رصفر اور ۱۲ رربیع الاوّل) روایات بھی غلط ٹھہرتی ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بھی وفات کا پیر کے دن واقع ہونا یقینی ہے۔ تاریخ وفات کے بارے میں ارباب تاریخ وسیر سے یکم اور دو ربیع الاوّل کا قول بھی منقول ہے جبکہ ان دونوں تاریخوں میں پیر کا دن بھی آتا ہے۔

زرقانی اور فتح الباری میں ۲ رربیع الاوّل کے قول کو ترجیح دی گئی ہے مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ''سیرت خاتم الانبیاء''، ص:۱۴۴ پر مفتی رشید احمد صاحبؒ نے احسن الفتاویٰ، جلد: دوم، ص: ۳۶۸ پر اسی قول کو مستند اور صحیح قرار دیا ہے۔

مولانا جعفر شاہ پھلواری لکھتے ہیں کہ: ہمیں دوسری ربیع الاوّل کے یومِ وفات ہونے پر اصرار نہیں لیکن بارہویں کے غلط ہونے پر اصرار ہے کیونکہ بارہویں کو یومِ وفات ماننے کے بعد دو مسلمات حدیث وتاریخ میں سے ایک کو چھوڑنا پڑے گا یا تو یہ کہیے کہ حجۃ الوداع جمعہ کو نہیں ہوا۔ یا پھر یہ کہیے کہ دوشنبہ (پیر) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی تھی، یہ دونوں باتیں تسلیم کرنے کے بعد بارہویں ربیع الاوّل کا تاریخ وفات ہونا ممکن نہیں کیونکہ ۹ رذی الحج کو جمعہ کا دن ہونا اور پیر کا دن یومِ وفات ہونا ایسے مسلّمہ اور مصدقہ حقائق ہیں جن کے خلاف کوئی شہادت موجود نہیں اور ان باتوں کو تسلیم کرنے کے بعد نہ بارہ ربیع الاوّل کو تاریخ وفات ہو سکتی ہے اور نہ ہی ۲۸ رصفر کو۔ (مقالات، ص: ۳۹۳)

۲ رربیع الاوّل کا قول ہشام بن محمد سائب کلبی اور ابومخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہے جسے قدیم مؤرخین یعقوبی، طبری ومسعودی نے روایت کیا ہے۔ لیکن محدثین کے نزدیک کلبی اور ابومخنف دونوں دروغ گو اور کذاب تھے جبکہ مسعودی اور یعقوبی بھی ''تشیُّع''، سے متہم ہیں۔

راویوں کی دروغ گوئی کے قطع نظر اگر ۲ رربیع الاوّل کی روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو مذکورہ آٹھ صورتوں میں

سے صرف ایک مرتبہ ۲ ربیع الاوّل کو پیر کا دن آتا ہے وہ اس طرح کہ محرم، صفر اور ربیع الاوّل تینوں مہینوں کو ناقص (یعنی ۲۹ دن کا) تسلیم کیا جائے جیسا کہ پانچویں صورت میں ہے۔ یہ صورت خلافِ اصول اور نادر الوقوع ہے۔

اس کے برعکس یکم ربیع الاوّل کی روایت ثقہ ترین ارباب سیر موسیٰ بن عقبہ اور مشہور محدث امام لیث بن سعد، خوارزمی اور ابن زبیر سے مروی ہے۔ (ملاحظہ ہو: سیرت ابن کثیر، جلد:۴، ص:۵۰۸، فتح الباری، جلد:۸، ص:۱۶۳)

امام سُہیلی نے روض الانف میں اسی روایت کو اقرب الی الحق لکھا ہے۔ امام موصوف ہی نے سب سے پہلے درایتاً اس نکتے کو دریافت کیا تھا کہ بارہ ربیع الاوّل کو پیر کا دن نہیں آتا۔

یکم ربیع الاوّل کو ''پیر'' کا دن مذکورہ آٹھ صورتوں میں سے تیسری، چھٹی، اور آٹھویں صورت میں آتا ہے اور یہ تینوں صورتیں کثیر الوقوع ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی تاریخ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مفصل و مدلّل بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ

یکم تاریخ تین صورتوں میں واقع ہوسکتی ہے اور تینوں کثیر الوقوع ہیں اور روایات ثقات ان کی تائید میں ہیں۔ اس لیے وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ ہے۔ اس حساب سے فقط رویت ہلال کا اعتبار کیا گیا ہے جس پر اسلامی قمری مہینوں کی بنیاد ہے۔ اصول فلکی سے ممکن ہے کہ اس پر خدشات وارد ہوسکتے ہوں۔

کتب تفسیر میں تحت آیت ''الیوم اکملت لکم دینکم'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت کے یومِ نزول ۹ ذی الحج ۱۰ھ سے روز وفات تک اکیاسی (۸۱) دن ہیں۔ اس حساب سے بھی یکم ربیع الاوّل کو اکیاسی دن پورے ہوجاتے ہیں۔ ذی الحج کے باقی ماندہ ۲۱ دن بشمول ۹ ذی الحج) + محرم کے ۲۹ دن + صفر ۳۰ دن + ربیع الاوّل کا ''ا'' دن (81=1+30+29+21) ابونعیم نے دلائل میں بسند یکم ربیع الاوّل تاریخ وفات نقل کی ہے۔

(ملاحظہ ہو: سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد: دوم، ص:۱۶۱)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری تمام روایات کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

قیاس صحیح سے قریب تر خوارزمی کی ہے جس میں تاریخ وفات یکم ربیع الاوّل منقول ہے کیونکہ یہ تاریخ تینوں مہینوں میں ۲۹ اور ۳۰ دن کے فرق سے بھی صحیح ہوجاتی ہے۔ (قصص القرآن، جلد: چہارم، ص:۵۱۷)

گزشتہ مضمون ''تاریخ ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں یہ بحث گزر چکی ہے کہ واقدی، مغلطائی اور حافظ ابن عبدالبر نے عام الفیل ۲ ربیع الاوّل کو تاریخ ولادت قرار دیا ہے جبکہ زیرِ نظر مضمون میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات صحیح قول کے مطابق یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ ثابت کی جا چکی ہے۔ اس تحقیق کو اختیار کرنے کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی عمر بھی تریسٹھ برس پوری ہو جاتی ہے۔ (عمر سے متعلق ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب: وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۴۴۶۶۔ کتاب المناقب، باب: وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۳۵۳۶)

زیرِ نظر مضمون میں پیچھے یہ بتایا جا چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات کا آغاز صفر کے آخری بدھ سے نہیں ہوا تھا بلکہ اس سے پہلے بدھ سے ہوا تھا۔ اب جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ وفات یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ ثابت ہو چکی ہے تو اسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کی ابتدا کا تعین بھی ہو سکتا ہے۔ اکثر ارباب تاریخ وسیر کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل تیرہ دن بیمار رہے اور یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ کو پیر کا دن تھا تو اس حساب سے صفر کا آخری بدھ کامل مہینے کی صورت میں ۲۶ تاریخ اور ناقص مہینے کی صورت میں ۲۵ ؍صفر کو آتا ہے۔ اس حساب سے مرض وفات کی ابتدا ۱۸ یا ۱۹ ؍صفر ثابت ہوتی ہے ان ہر دو صورتوں میں ایام علالت بھی تیرہ دن پورے ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ارباب تاریخ وسیر نے آخری بدھ کے بجائے صفر کا آخر لکھا ہے بلکہ علامہ شبلی نعمانی نے ۱۸ اور ۱۹ ؍صفر کی تصریح بھی کی ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات صحیح اور مستند قول کے مطابق یکم ربیع الاوّل ہے۔ اس کے برعکس ۲ ؍ربیع الاوّل کی روایت کذاب اور شیعہ راویوں سے مروی ہے۔

۹ ؍ذی الحج ۱۰ھ کو ''جمعہ'' کا دن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ربیع الاوّل ۱۱ھ میں ''پیر'' کے دن واقع تسلیم کر لینے کے بعد کسی حساب سے بھی ۱۲ ؍ربیع الاوّل ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں آتا۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

قسط: اوّل

خاندانِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بنو ہاشم سے رشتہ داریاں

مولانا حکیم محمود احمد ظفر

رشتۂ اوّل:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نوجوانوں میں سب سے پہلے اسلام کو قبول کرنے والے ہیں۔

(تفسیر مجمع البیان طبرسی، جلد: ۳، جزو: ۵، ص: ۶۵، تہران)

اعلانِ نبوّت کے روز ہی سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے تھے اور یارِ غار تھے۔ ہر مشکل وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ چنانچہ جب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو اُن کے انتقال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ اورغم تھا۔ اس صدمہ کو کم کرنے کے لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دیا۔ چنانچہ لکھا ہے:

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ ۱۰ھ بعثت میں جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا انتقال کر چکیں تو اُن کی جدائی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، اور کہا یا رسول اللہ! یہ بچی آپ کے صدمہ کو کچھ کم کرے گی۔ غرض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ مگر زفاف کی نوبت نہیں آئی۔ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے رسولِ خدا! اپنی بیوی کو اپنے گھر کیوں نہیں لے جاتے؟ فرمایا ابھی مہر کا روپیہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابّا جان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہ اوقیہ (مہر ادا کرنے کو) دیا۔ تب حضرت نے اُسے ہمارے پاس بھیجا۔“

(تاریخ ائمہ، کتب خانہ نجف اشرف، لاہور، ص: ۱۴۷)

اندازہ فرمایے کہ مزاج شناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر خیال تھا کہ جب بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غم زدہ دیکھا، فوری طور پر اس کا مداوا کرنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کو اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دے کر اپنا داماد بنانے کا شرف حاصل کر لیا۔

رشتۂ دوم:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک رشتہ تو سُسر ہونے کا تھا، اور دوسرا رشتہ یہ تھا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی تھی سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا۔ یہ ۹ ماں جائی بہنیں تھیں اور ان کا تعلق بنی خثعم سے تھا۔ ان کی ماں کا نام ہند بنت عوف تھا۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی ایک بہن اُمّ المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ تھیں۔ ایک بہن اُم الفضل لُبابہ بنت الحارث سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔ اور ایک تیسری بہن سلمٰی رضی اللہ عنہا بنت عمیس رضی اللہ عنہا سیدنا وسید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ جن سے ایک لڑکی اُمامہ پیدا ہوئیں۔ خود سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جب حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تو سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی اس وقت ان کے ساتھ تھیں، گویا دونوں میاں بیوی کو ہجرتِ حبشہ کی سعادت نصیب ہوئی جو کہ اسلام میں ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ ہجرتِ حبشہ کے بعد دونوں میاں بیوی نے مدینہ طیّبہ کی طرف بھی ہجرت فرمائی اور یہ دوسرا بڑا اعزاز بھی حاصل کیا۔ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ان کے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام محمد رضی اللہ عنہ تھا۔ ایک اور لڑکا عون بھی پیدا ہوا۔ (طبقات ابن سعد، جلد: ۸، ص: ۲۸۱۔ کتاب المحبّر، ص: ۱۰۷)

۸ھ میں سیدنا جعفر طیّار رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے۔ چند دنوں بعد سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔ یہ رشتہ آلِ ابی طالب اور آلِ ابی قحافہ کے مابین محبت و دوستی کی علامت ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھا۔ اس رشتہ کی وجہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زُلف ٹھہرے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: اُسد الغابہ، جلد: ۵، ص: ۳۹۵، تذکرہ اسماء بنت عمیس، الاستیعاب، جلد: ۴، ص: ۲۳۱، کتاب المحبّر، ص: ۴۴۲، طبقات ابن سعد، جلد: ۸، ص: ۲۸۳)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد سیدہ اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سیدہ اسماء سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام عون بن علی تھا اور دوسرے کا نام یحییٰ بن علی تھا۔ اس لحاظ سے سیدنا جعفر طیار، سیدنا ابوبکر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کی سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے جو اولادیں ہوئیں، وہ آپس میں مادرزاد بھائی تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ اُن کی والدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کرلیا اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی پرورش اور تربیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی نے کی، گویا محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ربیب تھے۔

چنانچہ علمائے شیعہ نے خود تسلیم کیا ہے کہ:

و کان محمد ربیبه......و کان علی علیه السلام یقول محمد ابنی من ظهر ابی بکر.

(درّہ نجفیہ، ص:۱۱۳)

اور محمد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ربیب تھے......اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ محمد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پشت سے میرا بیٹا ہے۔

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی خدمات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حبالۂ عقد میں تھیں تو انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں اُن کی تیمارداری بھی کی اور اُن کی بیماری میں اُن کی شریکِ خدمت رہیں۔ یہ سب کچھ انہوں نے اپنے خاوند سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے کیا تھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت انہوں نے ایک باپردہ چارپائی تیار کی۔ جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہت پسند آئی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد اسی باپردہ چارپائی پر سیدہ کو رات کے وقت دفن کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد، جلد:۸، ص:۱۸)

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا انتقال کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی خدمت کرنا دونوں خاندانوں کے رشتہ محبت کی ایک واضح دلیل ہے اور یہ کہنا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان سے ناراض تھیں، بالکل غلط اور دور از حقیقت بات ہے۔

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اُن کے مرض الموت میں اُن کی خدمت کرنا، پھر اُن کے انتقال کے بعد اُن کو غسل دینا نہ صرف سُنّی علما نے اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے بلکہ شیعہ علما نے بھی اس کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: جلاء العیون، ملاّ باقر مجلسی، ص:۱۷۲، ۱۷۵۔ امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطّوسی، جلد:۱، ص:۱۰۷۔ کشف الغمّہ، جلد:۲، ص:۱۲۹)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی:

بعض کہنے والے کہتے ہیں کہ باغِ فدک کے مسئلہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے

ناراض ہوگئیں تھیں۔ لہٰذا جب سیدہ کا انتقال ہوا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضرات ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو اطلاع دیے بغیر سیدہ رضی اللہ عنہا کو رات کی تاریکی میں دفن کر دیا۔ یہ بات عقلاً اور نقلاً دونوں لحاظ سے غلط ہے۔ عقلی طور پر تو اس لیے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اجازت اور ان کے کہنے پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اور تیمارداری کرتی رہیں۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غسل کی بھی انہیں کو وصیت کی۔ اگر وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوتیں تو اُن کی بیوی سے اپنی خدمت کیوں کرواتیں؟ اور غسل کی کیوں کر وصیت کرتیں؟

اور نقلی طور اس لیے غلط ہے کہ کتابوں میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

> ''عن جعفر بن محمد عن ابیه قال ماتت فاطمة بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فجاء ابوبکر و عمر لیصلوا فقال ابوبکر لعلی بن ابی طالب تقدّم، فقال ما کنت لا تقدم و انت خلیفة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فتقدم ابوبکر و صلّی علیها. (کنز العمال، روایت: ۵۲۹۹)
>
> سیدنا جعفر صادق اپنے باپ سیدنا محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما دونوں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لائے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ میں آپ کی موجودگی میں آگے نہیں ہوسکتا۔ پس سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔''

اسی کتاب میں بابِ فضائل فاطمہ رضی اللہ عنہا میں اسی مضمون کی ایک اور روایت ان الفاظ سے آئی ہے:

> ان فاطمة رضی اللّٰه عنا لمّا ماتت دفنها علی لیلاً و اخذ بِضیعَی ابی بکر الصدیق رضی اللّٰه عنه فقدمه یعنی فی الصّلوٰة علیها.
>
> (کنز العمال، جلد: ۷، ص: ۱۱۴)
>
> یعنی جب فاطمہ رضی اللہ عنہا انتقال فرما گئیں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُن کو رات

کے اندھیرے میں دفن کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا۔

اسی طرح ایک روایت ابن سعد نے طبقات میں بیان فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

صلّی ابوبکر الصدیق علیٰ فاطمة بنت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه فکبّر رابعاً. (طبقات ابن سعد، جلد:۸، ص:۲۹)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس پر چار تکبیریں پڑھیں۔

اس بارہ میں کئی اور روایات بھی کتابوں میں درج ہیں، ملاحظہ ہوں: السنن الکبریٰ، کتاب الجنائز، حلیۃ الاولیاء، جلد:۴، ص:۹۶، تذکرہ میمون بن مہران، ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ المبشرہ، جلد:۱، ص:۱۵۶ وغیرہم۔

نمازِ جنازہ کے بارہ میں اسلامی اصول یہ ہے کہ خلیفۂ وقت جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ اور یہ اسلامی اصول مسلمانوں کے سب فرقوں میں مسلّمہ ہے۔ چنانچہ شیعہ کی مشہور اور سب سے معتبر کتاب فروع کافی میں ہے کہ:

عن ابی عبداللّٰہ علیه السّلام قال اذا حضر الامام والجنازة فھو احقّ الناس بالصلٰوة علیھا. (فروع کافی، جلد:۱، ص:۹۳، نولکشور)

سیدنا جعفر صادقؒ (فقہ جعفریہ کے بانی) فرماتے ہیں کہ جب کسی جنازہ پر خلیفۂ وقت موجود ہو تو وہ دوسرے تمام لوگوں سے نمازِ جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار ہے۔

یہی اصول فقہ جعفریہ کی دیگر مستند کتابوں میں بھی مرقوم ہے۔ اسی مسلّمہ اُصول کی بنا پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا تھا اور فرمایا تھا:

''ما کنت لا تقدم و انت خلیفة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم

میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں، جبکہ خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہیں۔

(جاری ہے)

منقبت در مدح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

محمد سلمان قریشی

جہالتوں کی اندھیری شب میں صداقتوں کا دیا علی ہے
جہانِ انصاف و حُریّت میں شعور کی انتہا علی ہے
وہ علم و حکمت کا اک سمندر، وہ سادگی کا عظیم پیکر
علومِ نبوی کے ساتھ جس کو ملا ہے فقر و غنا علی ہے
نبی اکرم نے جب سبھی کو خدا کے دیں کی طرف بلایا
عرب کے بچوں میں سب سے پہلے وہ جس نے کلمہ پڑھا علی ہے
نبی کی رحلت کے بعد جس کو عطا ہوا منصب خلافت
اُسی سے بیعت کے واسطے جو بلا توقف بڑھا علی ہے
جنابِ صدیق سب سے افضل ہیں بعدِ آقا! سنو اے لوگو
وہ جس نے سارے صحابیوں میں اک ایسا خطبہ دیا علی ہے
جو اُمِّ کلثوم بنتِ زہراء کی زوجیت کا خیال آیا
نکاح پڑھوا کے سیدہ کا عمر سے جو خوش ہوا علی ہے
وہ بدر ہو یا حنین و خیبر کہ معرکہ ہو اُحد کا لوگو
رسولِ اکرم کی رہبری میں جو کافروں سے لڑا علی ہے
لڑوں گا تجھ سے اے رومی کتے! بڑھا اگر تو علی کی جانب
جنابِ حضرت معاویہ نے یہ جس کے حق میں کہا علی ہے
نہ کوئی رنجش، نہ کوئی شکوہ، سبھی کو آپس میں تھی محبت
ہے جھوٹ یہ سب سبائیت کا، معاویہ سے جُدا علی ہے
کوئی بتائے خدا کے آگے وہ حشر میں کیا جواب دے گا
زباں پہ جس کے یہی ہے ہر دم کہ میرا مشکل کشا علی ہے
یہ خوش نصیبی عجب ہے سلمانؔ اور عظمتوں کی یہ انتہا ہے
رسولِ اکرم نے فاطمہ کا نکاح جس سے کیا علی ہے

انتظامیہ

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سرخ پوشانِ احرار

محمد یونس عالم

رہنما وہ نہیں ہوتا جس کی دانائی اور حکمت کے سب اوراق جذبات کی رو میں بہہ نکلیں۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایشیا کے سب سے بڑے خطیب ہو گزرے ہیں۔ الفاظ کے چناؤ میں کبھی بے احتیاطی سے کام نہیں لیا۔ لفظوں کو اپنے جذبات سے ہم آہنگ کر کے ایسی لے اٹھاتے کہ برف کی سلیں بھی دہکتے ہوئے شعلے بن جائیں مگر حرف حرف ان کی نفاست کا آئینہ ہوا کرتا۔ قادیانیت اور انگریز کے باب میں ان کا غیظ وغضب اتنا ہی قیامت انگیز تھا جتنا کہ دعوائے نبوت کا جرم نا قابلِ برداشت ہے۔ قادیانیت کی فتنہ پردازوں کے سامنے شاہ جی کی چشمِ ہیبت ناک میں خون اتر آتا، مگر زبان نے کبھی اپنے معیارِ سخن پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ شعلہ نوا خطیب ضرور تھے، مگر نفرت آمیز گفتگو کے خوگر وہ ہرگز نہ تھے۔ غلط بیانی اور تعصب کا سودمند کاروبار کبھی ان کے آستانے پر نہیں ہوا۔ تعصب سے تو اس قدر بے نیاز کہ اصلاح نفس کے لیے بریلوی مکتب فکر کے بے مثل روحانی بزرگ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ سے بیعت ہو گئے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی اگلی نسل بھی وراثت میں ملنے والے ان بلند اقدار کی امین ثابت ہوئی ہے۔ شاہ جی کی قلندری اور آنکھوں سے پھوٹتے غرورِ عشق کے بانکپن نے ان کی شخصیت کو سحر انگیز بنا دیا تھا۔ اور ہی طرز کے وہ انسان تھے۔ واقعی وہ کوئی مردِ حر تھا۔ غالب کا کہا پورے الفاظ و معانی کے ساتھ شاہ جی پر صادق آتا ہے: حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ شاہ جی کی گفتگو کا وہی آہنگ، بے نیازی کا پتہ دینے والی وہی آنکھیں، کسی کجکلاہ کی وہی جبینِ نیاز اور خلوص و محبت کا وہی انداز اگر دیکھنا ہو تو سالارِ احرار سید عطاء المہیمن شاہ بخاری کو دیکھ لیا جائے۔ ایک سالار ہی کیا، شاہ جی کی پشت میں پیدا ہونے والے ہر انسان کا یہ عالم ہے۔ ان کی صحبت میں گزرے لمحات ہمیشہ احساس دلاتے ہیں کہ یہ وہ قافلہ نہیں جو جنس ارزاں کی طرح دینِ خدا کی باتیں کرنے پر یقین رکھتا ہو۔ مجلس احرار کے سرخ پوش درویش صرف کام کرتے ہیں اور جزا کے لیے انسانوں کے بجائے آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہیں۔ انسان کے بس میں بھی کہاں کہ وہ امیر شریعت کے خانوادے کو ان کے کیے کا صلہ دے۔ وہ ربوہ چناب نگر میں ۳۵ برس سے پڑاؤ ڈالے بیٹھے ہیں۔ وہ چناب نگر جو ریاست کے اندر قائم کی گئی قادیانیوں کی ایک ریاست ہے۔ جہاں انتظامیہ سے لے کر عدالتوں تک سبھی کچھ ریاست کے قوانین سے متصادم ہے۔ اسی ریاست کے قلب میں کھلے آسمان تلے وہ ایک جواب بن کر بیٹھے ہیں۔ عدم تحفظ کا احساس اس نگر میں سائے کی طرح ساتھ چلتا

ہے۔موت ہر دم جہاں تعاقب میں رہتی ہے۔مگر ہٹو بچو کے لیے محافظوں کا ہجوم وہ پھر بھی ساتھ نہیں رکھتے۔زن زن کرتی لگژری گاڑیوں کا قائدانہ شوق جیسے کبھی ان کو چھو کر نہیں گزرا۔صدقہ وخیرات کی نہیں، وہ ستاروں پر کمند ڈالنے کی فضیلت سناتے ہیں۔اس خاک دان سے وہ کنارہ کرتے ہیں جہاں آب ودانہ رزق کا نام قرار پایا ہو۔بجلی بن کر رہتے ہیں جس کی نظر جیبوں پر نہیں بلکہ کوہ و بیابان پر لگی رہتی ہے۔یہ اپنا جہاں اپنے ہاتھوں سے تعمیر کرتے ہیں۔اپنے آشیانے کا سامان اپنے جدوجہد سے کرتے ہیں۔بس ورثے میں ملنے والا وہی جنون کچھ کر گزر جانے کی وہی تڑپ۔قدیم قلندرانہ خو کی وہی روایت۔سرخ پوشوں کا وہی جنوں اور وہی سوزِ دروں۔

ازل سے فطرت احرار میں ہے دوش بدوش
قلندری و قبا پوشی و کلہ داری

کوئی بھی دن منایا جائے تو رسمی جملے میں کہا جاتا ہے کہ پورے عقیدت واحترام سے منایا گیا۔لیکن مسلمانوں کے باہمی احوالِ روز وشب دیکھ کر مجھ کم عقل کو عقیدت سمجھ میں آئی اور نہ ہی احترام آج تک پلے پڑا۔یہ ایک المیہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت اسی کے یومِ ولادت پر تقسیم ہو کر ایک دوسرے کے مقابل صف آراء نظر آتی ہے۔عقیدت و احترام کا منظر میں نے گزشتہ برس پہلی مرتبہ ربوہ چناب نگر میں دیکھا۔بارود کے ڈھیر پر کھڑا چناب نگر جہاں ایک چنگاری سب کچھ خاکستر کر سکتی ہے۔اس چناب نگر میں مجلس احرارِ اسلام کا منظّم ایک روزہ اجتماع بلاشبہ امن کی ایک مثال تھا۔حیرت کا یہ جہاں دیکھ کر عہد کیا تھا کہ ہر برس اس روح پرور تقریب میں حاضری دوں گا۔اب کے برس بھی وہی عالم تھا۔صبح سے دوپہر تک قائدین کے خطبات۔شائستہ گفتگو، مہذب لہجے، دل آزار اندازِ تخاطب سے پرہیز، دل شکن فتوؤں کو دور سے سلام۔مجلس کے دوران خاص وعام کی کوئی تفریق نہیں۔اوّل تا آخر عشق وعقیدت کا ایک سماں تھا۔پیار ومحبت کا ایک جہاں تھا۔آخری سیشن میں مجلس احرار کی مسجد سے ہزاروں کا ایک جلوس نکلا۔اور یہ ایک ایسا جلوس تھا جو اپنے حریف کی ہمدردی سے سرشار تھا۔یہ جلوس راہ گم کردہ قادیانیوں کو اپنی متاعِ گم گشتہ کی خبر دینے نکلا تھا۔چنگچی رکشوں، بسوں اور پیادہ پا شرکاء پر مشتمل یہ جلوس ڈنڈا بردار سرخ پوش احراریوں کے حصار میں رواں دواں تھا۔نظم وضبط ایسا کہ طے کردہ حدود سے ایک بھی شریک باہر نہ نکلا۔تقریباً تیس منٹ یہ جلوس اس قدر پُرامن انداز سے چلتا رہا کہ گردونواح کی عمارتوں پر کھڑے قادیانی بھی حیرت کی تصویر بنے دکھائی دیے۔صرف وہ نعرے لگے جس میں سرکار کی حمد وثنا کے سوا کچھ نہ تھا۔ماردیں گے مر جائیں گے، فلاں پر لعنت بے شمار جیسے غیر مہذب نعروں سے زبانیں یکسر پاک صاف تھیں۔یہ جلوس مرزا محمود کے سابقہ گھر اور قادیانیوں کے موجودہ ہیڈ کوارٹر ایوانِ محمود کے سامنے رکا۔مجلس احرار کے ناظمِ اعلیٰ عبداللطیف خالد چیمہ نے گفتگو کا آغاز کیا تو دھونس دھمکیوں کے بجائے انہوں قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ان کے بعد امیر شریعت کے نواسے سید کفیل شاہ بخاری

آئے تو ان کی گفتگو میں بھی نفرت پر ہمدردی کو غلبہ حاصل تھا۔حسبِ ماضی انہوں نے باقاعدہ قادیانیوں کو فلاح کی طرف بلایا۔اور یہ کوئی سیاسی طریقہ واردات نہیں ہوتا۔ بلکہ بھٹک جانے والے سادہ لوح قادیانیوں کی عاقبت کی فکران کے لفظ لفظ سے جھلکتی ہے۔ایوانِ محمود کے دروازے پر کھڑے سید کفیل بخاری نے پورے درد سے پکارا:

''قادیانیو! تم اپنے راستے سے بھٹکا دیے گئے ہو۔تمہارے عقیدے پر ڈاکہ مارا گیا ہے۔ دعوت ہماری ذمہ داری ہے۔کئی لوگ اس دعوت سے راہِ راست پر آ گئے ہیں۔ہم ہر سال اسی مبارک دن تمہیں دعوت دینے آئیں گے۔ کبھی تو ہماری محنت رنگ لائے گی۔

اختتامی تقریرامیر شریعت کے فرزند سید عطاء المہیمن شاہ بخاری کی تھی۔اس بزرگ کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی گم ہو جاتا ہوں۔یہ سید عطاءاللہ شاہ بخاری کی چلتی پھرتی تصویر ہے۔گفتگو کا اسلوب بھی وہی۔ضمیر جھنجھوڑنے پر آئیں تو آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں۔برمحل چٹکلہ ماردیں تو محفل زعفران زار ہو جاتی ہے۔انہوں نے قادیانیوں کے حوالے سے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔دوہرے معیار کا پردہ چاک کیا۔مگر گفتگو کا اختتام اسی دعوت پر جو مجلس احرار کا منفرد اعزاز ہے۔تلخ نوائی کے جواہر لمحہ بھر کو نہیں دکھائے۔بس پیش نظر اس منزل کا پتہ دینا تھا جس کا نشان بھٹکے ہوؤں کی نگاہوں سے کہیں اوجھل ہو گیا ہے۔

منتظمین جلوس کو لے کر چناب نگر (ربوہ) کے خارجی راستے پر پہنچے۔ یہاں دعا ہوئی اور یہیں سے شرکاء کو رخصت کر دیا گیا۔میڈیا کو دوش دینا یہاں ذرا مشکل ہے۔احراریوں کی ہی کمزوری ہے کہ اس غیر معمولی اجتماع کو ریکارڈ کا حصہ بنانے کے لیے کیمرے کی آنکھ تک کبھی دکھائی نہیں پڑتی۔اس مثالی جلوس کا دورانیہ اس روز ملک بھر میں ہونے والے کسی بھی اجتماع سے زیادہ ہوتا ہے۔شاید ہی کوئی علاقہ چناب نگر سے زیادہ حساس ہو۔اس کے باوجود کیا حیرت انگیز بات نہیں کہ حریف قادیانیوں کی سڑکوں پر بھی ٹریفک کا نظام معطل نہیں ہوتا۔امن ایسا کہ ایک دو جماعتوں کو چھوڑ کر سبھی جماعتوں کے لیے اس میں سیکھنے کو بہت کچھ ہے۔مختلف سوچ اور فکر سے وابستہ افراد ایک ہی پرچم تلے قدم سے قدم ملا کر چلتے ہیں مگر نظم و ضبط متاثر نہیں ہوتا۔امن وامان اور نظم وضبط کے اس مظاہرے کے پیچھے بلاشبہ قیادت کا مثبت رویہ اور گرفت ہے۔قیادت کا مزاج ہی ایک کارکن کا دستورِ عمل ہوتا ہے۔ایک بات سمجھ پایا کہ قیادتیں اگر نہ چاہیں تو کارکن بدتہذیبی کا مظاہر نہیں کر سکتے۔

(مطبوعہ روزنامہ امت، کراچی، ۲۸ر جنوری ۲۰۱۳ء)

امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ڈاکٹر صفدر محمود کے اعتراضات کی حقیقت

ڈاکٹر محمد عمر فاروق☆

اِس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ محض الفاظ کی جادوگری اور تقریر کی شعبدہ بازی کسی انسان کو حیاتِ جاوداں نہیں بخشتی، بلکہ اصل چیز اِیثار و اِخلاص اور بے لوثی و بے نفسی ہوتی ہے۔ جس کے ساتھ اگر حسنِ تکلم کی آمیزش بھی ہو جائے تو ایسی صفات شخصیت کو تاریخ کے اوراق میں امر کر دیتی ہیں۔ آج سحر طراز خطیب سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے باعمل اور پاکباز اِنسان کا ذکرِ خیر مقصود ہے جو قول نہیں عمل کے آدمی تھے۔

۲۲ رجنوری ۲۰۱۳ء کے روزنامہ ''جنگ''، لاہور کے ادارتی صفحہ پر ڈاکٹر صفدر محمود کا کالم ''صبح بخیر'' بعنوان: ''کس کی بنی ہے، عالم ناپائیدار میں'' اشاعت پذیر ہوا۔ جس میں موصوف نے خطابتی صفات اور آزادیٔ برصغیر کے دوران افقِ سیاست پر نمودار ہونے والے شعلہ بیان قومی و دینی رہنماؤں محمد علی جوہر اور نواب بہادر یار جنگ کے ساتھ ساتھ اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب اور ممتاز دینی و قومی رہنما امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا بھی تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ جس میں بعض باتیں محل نظر ہیں۔ کالم نگار نے اپنے کالم میں بین السطور یہ ثابت کرنے کی مکمل شعوری کوشش کی ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت محض لفاظی تھی اور اُن کا کردار اِخلاص و ایثار سے یکسر خالی تھا، جو فی الاصل ڈاکٹر صفدر محمود کی تنگ نظری، معاندانہ سوچ اور انتہا پسند لیگی بغض کی بیّن عکاسی ہے۔ واضح ہو کہ یہ بلاوجہ نفرت و عناد قبیلۂ لیگیاں کے ہر پیرو جواں کی سرشت میں سرایت کر چکی ہے۔ اور اگر اس جذبے کی تحلیلِ نفسی کی جائے تو آپ کو اس کی تہہ میں اس بے چارے قبیلے کا احساسِ محرومی اور احساسِ کمتری نظر آئے گا جو اُس وقت اِس تہی دست خاندان کو آ گھیرتا ہے جب وہ اپنے قائدین کا عظمتِ کردار، قربانی، ایثار، جہد و عمل اور شخصیت کے محکم ہونے کے ترازو پر اُن کے معاصر رہنماؤں سے موازنہ کرتے ہیں۔

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کمال یہ ہے کہ اس عدیم المثال فردِ فرید نے تاجِ برطانیہ کے پُر ہیبت دور میں پنجاب کی واحد حریت کیش اور آزادی پیشہ جماعت مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے بلا مبالغہ کروڑوں انسانوں کو خطاب

☆ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

کیا اور اُن کے دل و دماغ سے برطانوی سامراج کے خوف اور رُعب و دبدبہ کو نکال کر آزادی کی تڑپ پیدا کی۔ اُن کی ساری حیاتِ مبارکہ انگریزوں، فرنگی نواز جاگیرداروں اور سارقانِ ختم نبوت قادیانیوں کے خلاف عرصۂ جہاد میں گزری۔ جس کا اعتراف ڈاکٹر صفدر محمود نے بھی کیا ہے کہ ''سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے زندگی انگریزوں اور قادیانیت کے خلاف جدوجہد میں گزاردی۔'' کیا اُن کا یہ تاریخی کردار کسی بھی لادین انقلابی سے کچھ کم درجہ کی اہمیت کا حامل ہے کہ جسے آسانی سے نظر انداز کیا جاسکے۔ آج ہم جس آزادی کی نعمت سے بہرہ ور ہیں۔ اِس آزادی میں حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے بلند کردار مجاہدوں کا روشن کردار تاریخ کا انمٹ باب ہے۔ جس سے تاریخ کا کوئی بھی طالب علم صرفِ نظر نہیں کرسکتا۔

کالم نگار نے سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت کے ضمن میں اُن کا موازنہ محمد علی جناح کے اندازِ تقریر سے کرنے کی سعی کی ہے اور اِس موازنے سے انھوں نے سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کو پاکستان کا مخالف ثابت کرنا چاہا ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ ہر شخصیت اپنی ذات میں منفرد خصوصیات و صفات کی حامل ہوتی ہے، ہمارے خیال میں موجودہ حالات میں ایسا موازنہ کرنا ماضی کے مدفون تنازعات کو ہوا دینے کی نامناسب و ناروا کوشش ہے۔ اگر ایسے موضوعات کو چھیڑنا ہی ضروری ہے تو پاکستان قوال پارٹی بمعہ ساز و آواز و ہمنوا اور معزز کالم نگار اور اُن کا سارا طائفہ مسلم لیگ کے طبلچی نما دانشور اور بزعمِ خود نظریۂ پاکستان کے گولڈ میڈلسٹ ورثا اور دیہاڑی دار مؤرخ ایم کیو ایم کے قائد جناب الطاف حسین کے فاؤنڈر آف دی پاکستان مسٹر محمد علی جناح پر کیے جانے والے مہلک ڈرون حملے پر کیوں چپ ہیں۔ صرف اس لیے کہ وہ ایم کیو ایم کی سیاسی و افرادی قوت سے خوفزدہ ہیں۔

یہ بات تاریخ کا حصہ ہے کہ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری تحریک پاکستان میں شامل نہیں تھے اور وہ ہندوستان کی تقسیم کے مسئلہ پر مسلم لیگ سے دیانتدارانہ اختلاف رکھتے تھے۔ جس کی تفصیلات دستاویزات کی صورت میں محفوظ ہیں۔ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری (اور برصغیر پاک و ہند کے آزادی پسندوں کی اکثریت) اپنی مومنانہ بصیرت اور فراستِ ایمانی کی بنیاد پر انگریزوں کے ہاتھوں ہندوستان کی تقسیم کی بجائے اس بات کے قائل تھے کہ انگریز کو ثالث بنانے کی بجائے کانگریس اور مسلم لیگ ہندوستان کی تقسیم کی ہیئت کا فیصلہ خود کریں، مگر افسوس ایسا نہ ہوسکا اور کانگریس اور مسلم لیگ نے برطانوی سامراج کے آگے سرخم کردیا، جس کے نتیجے میں انگریز نے بندر بانٹ کرتے ہوئے ہندوستان کو اپنی مرضی سے تقسیم کیا اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی 26/اپریل 1946ء میں اردو پارک دہلی میں کی گئیں پیش گوئیوں کے عین مطابق ہجرت میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت، جاگیرداروں کا مستقلاً پاکستان کے اقتدار پر قبضہ، مشرقی پاکستان کی علیحدگی، پاک بھارت جنگوں کا ہونا اور انڈیا کا پاکستان کے دریاؤں کا پانی روک دینا جیسے ناقابل تلافی نقصانات ہمارا مقدر بنے۔

مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام کا اختلاف سیاسی تھا، کوئی کفر و اسلام کا مسئلہ نہیں تھا۔ لیکن قائدِ پاکستان جناب محمد علی جناح کی جیب کے کھوٹے سکوں نے جن میں اکثریت غدارانِ ملک وملّت کی تھی کبھی اس اختلاف کو سیاسی حدود میں نہیں رہنے دیا۔ بلکہ ان حدود سے بڑھ کر اعتقادی دائروں میں در اندازی کی۔ ''مسلم ہے تو لیگ میں آ'' جیسا قابلِ صد نفرین نعرہ تخلیق کیا جو برصغیر میں سیاسی مخالفین کو غیر مسلم قرار دینے کی شنیع حرکتوں کا نکتۂ آغاز تھا۔ جب 1947ء میں قوم نے مسلم لیگ کے حق میں فیصلہ دے دیا اور پاکستان بن گیا تو تمام سیاست دانوں میں سے سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری ہی وہ واحد شخصیت تھے کہ جنہوں نے قوم کے فیصلے کو بسر و چشم قبول کیا اور مجمع عام میں اپنی رائے کی شکست کا کھلے عام اعتراف کر کے پاکستان سے وفاداری کے عزم کا اظہار کیا۔ پھر ملک بھر میں دفاعِ پاکستان کانفرنسوں کا سلسلہ جاری کیا۔ جنوری 1949ء میں مجلس احرار اسلام نے ''دفاعِ پاکستان کانفرنس'' لاہور میں منعقد کی۔ جس میں پچاس ہزار سرخ پوش احرار رضا کاروں سمیت لاتعداد کارکنوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں مجلس عاملۂ احرار کے تاریخی فیصلہ کا اعلان کیا گیا۔ جس کے مطابق مجلس احرار نے مسلم لیگ کے احترام میں اپنی سیاسی قوت مسلم لیگ کے پلڑے میں ڈالتے ہوئے اپنے تمام سیاسی مزاج رکھنے والے کارکنوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کا حکم دیا اور مسلم لیگ کے لیے میدان کھلا چھوڑتے ہوئے انتخابی سیاست سے احرار کی دستبرداری کا اعلان کیا۔ حالانکہ مجلس احرار، مسلم لیگ کے مدمقابل پاکستان کی واحد مضبوط اپوزیشن ہونے کی اپنی حیثیت برقرار رکھ سکتی تھی، لیکن احرار نے مسلم لیگ کی راہ میں رکاوٹ بننے کی بجائے اُس سے دستِ تعاون بڑھایا اور یوں احرار نے امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں اپنی اخلاقی برتری کا ثبوت دیا۔ جس پر ملک بھر کے تمام حلقوں میں احرار کے اس تاریخی ایثار و اقدام کو سراہا گیا۔ بالخصوص مسلم لیگ کے ترجمان روزنامہ ''نوائے وقت'' کے مدیر جناب حمید نظامی مرحوم نے اپنے اداریہ میں احرار کے فیصلے کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلم لیگ نے اپنے روایتی تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِن مخلص احرار رہنماؤں اور کارکنوں کا وجود اپنی صفوں میں گوارہ نہ کیا، کیونکہ انہیں یقین تھا کہ یہ مخلص لوگ مسلم لیگ میں موجود رہے تو پاکستان فرنگی غلامی سے آزاد ہو جائے گا، اور یہی وجہ ہے کہ آج تک پاکستان برطانوی اور امریکی غلامی کے جال میں ہی پھڑ پھڑا رہا ہے۔ اور اسی ''مسلم لیگ'' کے بطن سے گرہ کٹوں کی منڈلیوں کی ایسی افزائشِ نسل ہوئی کہ وطن کی دھرتی ان کی دست درازیوں کے لیے کم پڑ گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسلم لیگ کو قوت حاکمہ کے طور پر تسلیم کر لیا اور عوام کی رائے کو تسلیم کر کے پاکستان کو نہ صرف قبول کیا، بلکہ وطن عزیز کے ذرے، ذرے کے دفاع کی قسم کھائی تو آج ایسا کیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے کہ ماضی کے ان طے شدہ سیاسی معاملات کو پھر سے اختلاف بنا کر اُچھالا جا رہا ہے۔ جن کا ذکر موجودہ ملکی صورتِ حال یا سیاسی تناظر سے کوئی میل نہیں کھاتا۔ ایک بنیادی سوال یہ ہے کہ جن الزامات سے حضرت

امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کو معطون و متہم کیا جار ہا ہے، کیا قائد اعظم نے بھی کوئی ایک ایسی بات سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کے بارے میں کہیں کہی ہے؟ حضرت شاہ جی کس قدر محبِّ وطن تھے یا جماعت احرار کی مخالفتِ پاکستان کے اسباب کیا تھے یہ سب باتیں مابعد قیامِ پاکستان کی تاریخ میں کاملاً غیر متعلق (Totally Irrelevent) ہیں۔ پاکستان کے قیام کے بعد کی سیاسی تاریخ (جو بلاشبہ زوال، انحطاط، ذلّت، رسوائی، پسپائی اور نکبت کی سیاہ داستان ہے) کے سارے ہی کردار عفیفہ مسلم لیگ کے وسیع دامن میں پناہ گیر آوارہ گرد ہیں۔ شاہ جی کی حب الوطنی کو مشکوک بنانے کی ناکام کوشش کیے جانے کی بجائے پاکستان اور اسلام کے حقیقی دشمن یعنی قادیانیوں کا تجزیہ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ کالم نگار کا یہ فرض ہے کہ وہ قوم کو بتائیں کہ علامہ اقبال نے پنڈت نہرو کے نام اپنے خط میں قادیانیوں کو اسلام اور ملک کا دشمن کیوں کہا ہے، قادیانیوں نے تقسیم پنجاب کے وقت باؤنڈری کمیشن کو مسلمانوں سے الگ میمورنڈم پیش کر کے مسلم لیگ کا کیس کمزور بنانے کی کیونکر کوششیں کیں، بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی ناکام سازش کے محرکات کیا تھے، 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں قادیانیوں کی نیم فوجی تنظیم فرقان بٹالین نے کیا مذموم کارروائیاں کیں، پاکستان کے پہلے قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے سفارت کاری کے نام پر پاکستان کو امریکی و برطانوی غلامی میں ڈالنے کی روایت کی بنیاد کس طرح قائم کی اور سیٹو اور سینٹو معاہدوں کے ذریعے پاکستان کو کس طرح بے دست و پا بنانے کی سعی کی، مرزا قادیانی کے پوتے ایم ایم احمد نے ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن کی حیثیت سے پاکستان کا مشرقی بازو جدا کرنے میں کیا مذموم کردار ادا کیا اور ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو نوبل پرائز کن یہودیانہ مفادات کی بنیاد پر ملا اور کس طرح محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے کردار کو مجروح کرنے میں قادیانی لابی اب تک مصروف ہے، تاکہ پاکستان کی ایٹمی پاور کو کسی طرح زک پہنچائی جاسکے۔

حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کے بارے میں ڈاکٹر صفدر محمود کا یہ کہنا کہ'' آج لوگ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام بھی بھول چکے ہیں۔'' وقت کا سب سے بڑا مذاق ہے اور یہ خود کالم نگار کی تاریخی بھول ہے۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا ایک عقیدت مند ہوتے ہوئے بھی ہمیں اس مجذوبانہ واویلا پر غصہ کے بجائے بے ساختہ ہنسی آئی۔ حضرت شاہ جی کو واصلِ حق ہوئے ۵۲ برس ہو چکے لیکن ان سے کینہ رکھنے والے ہمارے ممدوح کالم نگار اس بات پر مجبور ہیں کہ اپنے پڑھنے والوں کو یقین دلائیں کہ ''دوستو! تم اس شخصِ عظیم و بے پناہ کا نام نہیں جانتے'' بلاشبہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمنواؤں کا احساسِ کمتری قابلِ رحم ہے۔ اگر ظلِّ الٰہی حضرت محمد علی جناح کے خزانۂ عامرہ سے کوئی ایک سکہ بھی کھرا نہ ثابت ہوسکا تو اس میں لیلائے آزادی کے سچے مجنوں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کی اتباع میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بے خود عاشقوں کے قافلے کا کیا قصور ہے؟ جنابِ والا! بھلایا اُسے جاتا ہے کہ جو شخص کسی منصب کا اہل نہ ہو اور اسے وقتی ضرورت یا شخصی مفادات کے لیے نامزد کر کے اس کی تشہیر کی جائے۔ اگر ایسا ہو تو لوگ ایسے فرضی کرداروں کو بھول ہی جایا کرتے ہیں اور اُن کا مقام بچہ سقہ جتنا بھی محفوظ نہیں رہا کرتا۔

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری ہماری ملی تاریخ کا وہ لازوال کردار ہے کہ جو سرکاری سرپرستی اور حکومتی پروپیگنڈہ مشینری جیسے وقتی سہاروں کی بجائے اپنے ایمان افزا کردار کے بل بوتے پر آج بھی زندہ وجاوید ہے اور اس لازوال کردار کو کسی تنخواہ دار پیشہ ور قلم فروش لکھاری یا کسی نصاب کمیٹی کے ہڈ حرام رکن پروفیسر (جو تحقیقِ حق کے بجائے تاریخ کے دستر خوان پر چبائے ہوئے لقموں اور چوسی ہوئی ہڈیوں کا باز پیش کنندۂ محض ہے) کے قلم کی سپورٹ اور مدد کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، مگر اُردو بازار میں آج بھی سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی سوانح حیات سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتابوں میں سے ایک ہے۔ جس کا ہر تیسرے مہینے نیا ایڈیشن شائع ہوتا ہے۔ شاہ جی آج بھی لاکھوں دلوں میں زندہ ہیں۔ مرتا وہ ہے کہ جس کا نام اور مشن فراموش ہو جائے۔ شاہ جی کا مشن یعنی تحفظ ختم نبوت اور پاکستان کو اسلامی ریاست بنانا آج بھی زندہ ہے۔ جو آج اٹھارہ کروڑ پاکستانیوں کے دل کی آواز ہے۔

بقول شورش کاشمیری

مر کر بھی کہاں مرتے ہیں ، تجھ جیسے قلندر
تُو آج بھی زندہ ہے ، محمدؐ کے ثنا گر

مقابلہ مضمون نویسی میں انعام حاصل کرنے والے

مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام تلہ گنگ سے مقابلۂ مضمون نویسی بعنوان ''ختم نبوت کا تحفظ ضروری کیوں؟'' ربیع الاول ۱۴۳۴ھ میں منعقد ہوا۔ جس میں کل ۴۱ مضامین موصول ہوئے۔

درج ذیل تین افراد نے پوزیشن حاصل کی، جن کا اعلان ۱۲؍ ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ کی ''۳۵ ویں سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس'' چناب نگر میں کیا گیا

اوّل: بنت عبدالحق قریشی (تلہ گنگ)

دوم: خالد مسعود ایڈووکیٹ (تلہ گنگ)

سوم: ابرار الحق صدیقی (چیچہ وطنی)

پوزیشن حاصل کرنے والے ان افراد کو مجلس احرارِ اسلام کی طرف سے عقیدۂ ختم نبوت اور محاسبۂ قادیانیت پر لٹریچر انعام میں دیا گیا۔

مولانا قاری عبدالحیٔ عابد رحمۃ اللہ علیہ...... چند یادیں

عبدالکریم قمر

۸؍فروری ۲۰۱۳ء جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ دوپہر تقریباً ایک بجے حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ سے رابطہ کیا تو انہوں نے یہ الم ناک خبر سنائی کہ لاہور میں قاری عبدالحیٔ وفات پا گئے ہیں۔ فوراً زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکلا۔ حضرت پیر جی نے ارشاد فرمایا کہ اس کی اطلاع اپنے شہر کی مساجد میں دیں اور دعائے مغفرت کا اہتمام کریں۔ حکم کی تعمیل میں فوراً مساجد میں اطلاع دی گئی اور نماز جمعہ میں اُن کے لیے دعائے مغفرت کرائی گئی۔ یہ افسوس ناک خبر سن کر ذہن کے دریچے میں قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں تازہ ہونے لگیں۔

۱۹۷۰ء کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں قائد احرار جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب مجلس احرارِ اسلام کے بکھرے قافلے کی شیرازہ بندی کرنے کے لیے جدوجہد شروع کی تو اُن کا ساتھ دینے والوں میں قاری عبدالحیٔ عابد صاحب صفِ اوّل میں شامل تھے۔ تب قاری صاحب بھرپور جوان تھے اور اپنے خوبصورت اندازِ تقریر کی بنا پر عوام میں مقبول تھے۔ انہوں نے یہ اندازِ تقریر اپنے برادرِ بزرگ مولانا ضیاء القاسمیؒ سے سیکھا تھا۔

۵۔۶؍مارچ ۱۹۷۰ء کو باغ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں منعقد ہونے والی تاریخی ''ختمِ نبوّت احرار کانفرنس'' مجلس احرارِ اسلام کی نشاۃ ثانیہ تھی۔ منتظمین کانفرنس میں حضرت قاری صاحب کا نام نمایاں تھا۔ ۵؍مارچ کی دوپہر کو نکلنے والے تاریخی جلوس میں قاری صاحب قائدِ احرار حضرت مولانا ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ گاڑی میں سوار تھے۔ اس سال مجلس احرارِ اسلام نے پورے ملک میں ختمِ نبوّت کے عنوان سے کانفرنسوں کا ایک سلسلہ شروع کیا جس نے عوام میں ختمِ نبوّت کا شعور اور جذبہ بیدار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ یہ شعور اور جذبہ بیدار کرنے میں حضرت قاری صاحب کا حصہ وافر تھا۔ یہ وہ دور تھا جب ملک پر ابن علقمی کی ذریّت جنرل یحییٰ خان قزلباش کی منحوس حکمرانی تھی اور مارشل لا نافذ تھا۔ ملک میں ختمِ نبوّت کا نام لینا اور اس عظیم مشن کے لیے کام کرنا ایک جرم تھا۔

۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں لاہور میں دس ہزار سے زائد شہدائے ختمِ نبوت کا ناحق خون بہانے اور ان شہدا کے پاک وجود کو جلا کر اُن کی راکھ کو دریائے راوی میں بہانے والا جلاّد جنرل اعظم خاں لاہور میں جلسہ عام کرنا چاہتا تھا

لیکن اس کے مائک پر آتے ہی ''غدّارِ ختمِ نبوّت'' مردہ باد کے فلک شگاف نعروں نے اُس کے حواس گم کر دیے اور اُسے ناکام و نامراد ہونا پڑا۔ یہ اُسی جذبے کا اعجاز تھا جس کو قائدینِ احرار اور قاری صاحب نے وسائل کی کمی کے باوجود مسلمانوں کے دلوں میں بیدار کر دیا تھا۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ یہ دورِ ختمِ نبوّت کے حوالے سے کام کارکنوں پر بڑا بھاری تھا۔ معلون ایم ایم احمد جو مرزا قادیانی کا پوتا تھا وہ رافضی صدر یحییٰ خان کا مشیرِ خاص اور اُس کی ناک کا بال تھا۔ ایک موقعہ پر جب صدر یحییٰ بیرونِ ملک دور پر جا رہا تھا تو ایم ایم احمد کو قائم مقام صدر بنا دیا گیا۔ یہ الگ بات کہ محمد اسلم قریشی کے قاتلانہ حملہ نے ایوانِ صدر کی بجائے اسے ہسپتال پہنچا دیا لیکن اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اقتدار کی غلام گردشوں میں قادیانی کس طرح دندناتے پھر رہے تھے۔ چنانچہ قائدین احرار بے تحاشہ مقدمات قائم کر دیے تھے۔ گرفتاریاں، زبان بندیاں اور داخلہ بندیاں معمول کی کارروائیاں بن کر رہ گئیں۔ دوسرے قائدین کی طرح حضرت قاری صاحب کو بھی اِن تعزیرات کا سامنا پڑا۔ اُنہی دنوں مجلس احرار کے شعبۂ تبلیغ و تحفظ ختمِ نبوّت کا احیاء کیا گیا تو قاری صاحب کو اُس کا مرکزی ناظم بنا دیا گیا اور اُنہوں نے اپنے شب و روز اس عظیم مشن کے لیے وقف کر دیے۔

لاہور جو زندہ دلوں کا شہر ہے ہمیشہ سے مذہبی و سیاسی، تعلیمی و ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ مجلس احرارِ اسلام کا دفتر اُن دنوں بالمقابل مزار شاہ محمد غوث سرکلر روڈ پر واقع تھا میں اُن دنوں حصولِ تعلیم کے لیے لاہور مقیم تھا، ایک نیا بائیسکل میرا شریکِ سفر ہوتا تھا۔ کالج گول باغ کے قریب تھا اور رہائش صدر میں۔ کالج سے واپسی پر دفترِ احرار سے ہو کر جانا تقریباً معمول تھا گویا طوافِ کوچۂ جاناں اپنا مشغلہ ٹھہرا۔ ضرورت ہو کہیں جانا مگر جانا ادھر ہو کر محترم خالد محمد تارڑ صاحب اُن دنوں ناظمِ دفتر تھے۔ بڑے مرنجا مرنج انسان۔ اُن سے گپ شپ ہوتی اور جماعتی سرگرمیوں سے آگاہی ہونے کے ساتھ ساتھ دفتر میں تشریف لائے قائدینِ احرار کی بھی زیارت ہو جاتی۔ حضرت قاری صاحب نے اُن دنوں کمہار پورہ موجودہ غازی آباد میں مدنی مسجد نئی سنبھالی تھی۔ مسجد کیا تھی ایک لمبا سر برآمدہ تھا جس پر سرکنڈوں کی چھت (موجودہ خوبصورت مسجد قاری صاحب کی محنت شاقہ کا ثمر ہے) غازی آباد چونکہ صدر کے پڑوس میں تھا اس لیے نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے گاہے گاہے وہاں حاضری ہوتی تھی۔ ایک دفعہ دفترِ احرار حاضری ہوئی تو حضرت قاری صاحب سے ملاقات ہوگئی، اُنہیں کمہار پورہ جانا تھا میں انہیں اپنے سائیکل پر بٹھا کر صدر تک لایا جہاں سے وہ کمہار پورہ چلے گئے۔

۱۹۷۴ء میں تحریکِ تحفظ ختمِ نبوّت شروع ہوئی تو دوسرے قائدینِ احرار کے ساتھ قاری صاحب نے بھی اس میں بھرپور حصہ لیا اور پورے ملک میں طوفانی دورے کیے۔ رفتاریاں، زباں بندیاں اور ضلع بدریاں غرض کوئی بھی پابندی اُنہیں اس عظیم مشن کے لیے کام کرنے سے نہ روک سکی۔ تا آنکہ یہ تحریکِ مقدس کامیابی سے ہم کنار ہوئی اور مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیّت قرار دے دیا۔

مجلس احرارِ اسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ قادیان کی طرح ربوہ (چناب نگر) میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُسے ہی سب سے پہلے کلمۂ حق بلند کرنے کا اعزاز بخشا۔ ۲؍ جون ۱۹۷۵ء کو قائدینِ احرار کا ایک قافلہ محسنِ احرار حضرت سید عطاء المحسن شاہ صاحب رحمہ اللہ کی قیادت میں پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، مولانا محمد اسحٰق سلیمیؒ، مولانا ارشاد احمد خاں اور قاری عبدالحئی عابد سمیت ربوہ میں داخل ہوا اور چھنّی محلّہ میں بعد نمازِ عشاء پہلا اجلاس منعقد کیا اور مسئلہ ختمِ نبوت پر مؤثر و دل نشیں تقاریر کیں۔ اسی سال جماعتِ احرار نے ربوہ میں دو کنال جگہ خرید کی اور وہاں ۲۷؍ فروری ۱۹۷۶ء کو مسجدِ احرار کا سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب ہوئی۔ جس کو روکنے کے لیے حنیف رامے کی پنجاب گورنمنٹ نے کئی اضلاع کی پولیس سے ربوہ شہر کی مکمل ناکہ بندی کر لی تاکہ کوئی مسلمان اس تقریب میں شرکت نہ کر سکے۔ حضرت قاری صاحب بھی اُن خوش نصیب احرار رہنماؤں میں شامل تھے جو اس تاریخی تقریب میں شریک ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

قائدِ احرار حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ایک بڑی مشہور نعت شریف ہے۔ قاری صاحب دورانِ تقریر اس نعت شریف کے یہ اشعار اپنے مخصوص انداز میں اکثر پڑھا کرتے تھے۔

جو عشقِ مصطفیٰ سے دل کو گرمایا نہیں کرتے　　حقیقت میں سرورِ بندگی پایا نہیں کرتے
موحد جو ہیں غیر اللہ کے آگے نہیں جھکتے　　وہ پیشانی پہ داغِ شرک لگوایا نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرما کر اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائے، اس زمانے میں ان کا وجود غنیمت تھا۔ آہ! اب وہ بھی آخرت کو سدھار گئے۔

☆☆☆

حارث ون
HARIS 1

ڈاؤلینس ریفریجریٹر
اے سی سپلٹ یونٹ
کے بااختیار ڈیلر
Dawlance
061 -4573511
0333-6126856
نزد الفلاح بینک، حسین آگاہی روڈ، ملتان

قسط:۲۲

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد

کالج سٹوڈنٹ یونین کا الیکشن:

فرسٹ ائیر سے سیکنڈ ائیر میں آنے کے بعد ہمارے دوستوں کا حلقہ پہلے سے زیادہ وسیع ہو چکا تھا، کالج کے سبھی لڑکے ہم سے اچھی طرح متعارف ہو چکے تھے۔ فراغت کے اوقات میں ہم سب دوست ہاکی گراؤنڈ میں جمع ہو کر آپس میں بیٹھتے اور مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے۔ بے تکلفی، پھکڑ بازی، گپ شپ، چھیڑ چھاڑ، لطیفہ بازی کے علاوہ کسی ہوٹل کا پروگرام یا کسی کے گھر جمع ہونے کا فیصلہ ہوتا، میاں زاہد سرفراز کا گھر کالج کے ساتھ ہی تھا وہاں پر جمع ہو جاتے۔ چائے کی پیالی پر اسی نوعیت کی گفتگو جاری رہتی۔ ایک دن ایسے ہی سب دوست ایک جگہ جمع تھے کہ کالج میں سٹوڈنٹ یونین کے آئندہ آنے والے الیکشن پر گفتگو ہوئی۔ طے پایا کہ سب دوستوں کی میٹنگ بلائی جائے۔ اُس میٹنگ میں الیکشن میں حصہ لینے یا پھر نہ لینے کا فیصلہ کیا جائے۔ چنانچہ چند روز بعد کالج پریڈ کے ختم ہونے کے بعد کالج کے ہاکی گراؤنڈ میں سبھی دوست اکٹھے ہوئے۔ سٹوڈنٹ یونین کے عہدے داروں کی ترتیب ایسے تھی کہ صدر، فورتھ ائیر سے، نائب صدر تھرڈ ائیر سے، سیکرٹری جنرل سیکنڈ ائیر سے اور جائنٹ سیکرٹری فرسٹ ائیر سے منتخب ہوتا تھا۔ اس میٹنگ میں ہمارے گروپ کے سبھی لڑکے شامل تھے۔ میاں زاہد سرفراز، میاں محمد اکبر، عبدالستار، اسلم اجمل، مہر فیروز ڈاہر، فورتھ ائیر سے بابا یونس اور ان کے تمام ساتھی جو تھرڈ اور فورتھ ائیر کے طالب علم تھے۔ غلام رسول شوق، خالد سرفراز، چودھری یونس اور ان کے علاوہ کئی دوسرے لڑکے بھی شامل تھے۔ فیصلہ یہ کیا گیا کہ ہمیں کالج سٹوڈنٹ یونین کے الیکشن میں حصہ لینا چاہیے چونکہ ہمارے گروپ میں اکثریت سیکنڈ ائیر کے طالب علموں کی ہے۔ اس لیے ہمیں سیکرٹری شپ کا امیدوار کھڑا کرنا چاہیے۔ اب امیدوار کون ہو۔ اس پر بات ہوئی تو قرعہ فال میرے نام نکلا کہ خالد شبیر کو امیدوار کھڑا کیا جائے۔ دوستوں کے نزدیک اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ خالد شبیر ہی ہم میں سے تقریر کر سکتا ہے اور الیکشن سے پہلے امیدوار کا کالج کے سب لڑکوں کے سامنے ایک تقریب میں تقریر کرنا ضروری ہے۔ اس لیے خالد شبیر ہی بہتر امیدوار ہوگا۔ یہ فیصلہ طے پاتے ہی ہم سب ساتھی الیکشن کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے، باقاعدہ ہینڈ بل شائع ہوئے۔ مقابلے میں ایف۔ ایس۔ سی کے ایک طالب علم

جس کا نام شاید غلام دستگیر تھا۔ اور جس کے بارے میں یہ سنا گیا کہ سائنس سائیڈ کا وہ مشترکہ امیدوار ہے جسے فرسٹ ائیر سے لے کر فورتھ ائیر کے سائنس کے تمام طالب علموں کی سپورٹ حاصل ہے۔ ہمیں چند دنوں کے بعد یہ پتہ چل گیا کہ مقابلہ آسان نہیں سخت ہے۔ لہٰذا ہم نے بھی اپنی الیکشن مہم کو تیز کر دیا۔ پھر اُس تقریب کا دن بھی آ گیا۔ جس دن امیدواروں نے پورے کالج کے طالب علموں کے سامنے تقریر کرنا تھی۔ یہ تقریری مقابلہ الیکشن کا حصہ تھا اور اس مقابلے میں تقریر کا اچھا تاثر الیکشن مہم پر اثر انداز ہوتا تھا۔ جس نے اچھی تقریر کی اُسے طالب علموں کے ووٹ مل جاتے تھے۔ میں نے اس تقریری مقابلے میں اپنے مخالف امیدوار سے اچھی تقریر کی۔ تقریر کے دوران کئی دفعہ تالیوں کی گونج کی صورت میں مجھے داد دی گئی۔ تقریب کے بعد سب دوستوں کے چہروں پر رونق تھی اور تجزیہ یہ تھا کہ آدھا الیکشن ہم جیت چکے ہیں۔ پھر ووٹ ڈالنے کا دن بھی آ گیا۔ کالج کے اندر باقاعدہ الیکشن کمیشن بنایا گیا اور کالج کا ہر کمرہ الیکشن بوتھ بنا۔ اور باقاعدہ ووٹ ڈالنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ کئی گھنٹوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ کالج کے تمام طالب علم اس الیکشن کے ووٹر تھے اور کل تعداد تمام تین ساڑھے تین ہزار تھی۔ ووٹ ڈالنے کا وقت ختم ہوا تو ووٹوں کی گنتی شروع ہوئی، تمام بیلٹ باکس اپنے اپنے کمرے میں کھولے گئے اور اُن کی گنتی شروع ہوئی۔ ہر کمرہ سے وقتاً فوقتاً گنتی اُس کمرے میں بھیجی جاتی جہاں پر چیف الیکشن کمشنر کرسی پر بیٹھا مختلف کمروں سے آنے والی تعداد کو ہر امیدوار کے نام درج کرتا تھا۔ صورت حال یہ تھی کہ کسی کمرے سے چار ووٹ میرے زیادہ ہوتے تو کسی کمرے سے دو چار ووٹ میرے مخالف امیدوار کے زیادہ ہوتے تھے، ہم دونوں امیدوار ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہی کھڑے یہ سب تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اور کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کون جیتے گا۔ آخر جب تمام کمروں سے ووٹ آ گئے تو پھر آخری گنتی شروع ہوئی۔ اس وقت میری اور میرے مدِ مقابل کی کیفیت ناقابلِ بیان تھی کہ دیکھیں کون جیتتا ہے۔ کبھی وہ مجھے تسلی دیتا تو کبھی میں اُسے کہتا کہ کوئی بات نہیں اگر تو جیت گیا تو تیری جیت پر سب سے پہلے میں تمہیں مبارک دوں گا۔ بالآخر نتیجہ مکمل ہو گیا۔ سب سے پہلے صدر کا اعلان ہوا اور اُس کے بعد نائب صدر اور اُس کے بعد ہمارا نتیجہ کا اعلان ہوا تو میں صرف چار ووٹوں کی اکثریت سے جیت گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ کمرے سے باہر آنے سے پہلے ہی نتیجے کے بارے میں تمام طالب علموں کو پتہ چل چکا تھا کہ میں نے الیکشن جیت لیا ہے۔ دوستوں کا جوش و خروش کم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ کسی دوست نے شہر کے مشہور بینڈ باجے والی ٹیم کو بلوا لیا اور میرے دوستوں نے مجھے کندھوں پر اٹھا لیا اور پورے شہر یعنی گھنٹہ گھر کے تمام بازاروں میں مجھے کندھوں پر اُٹھائے جلوس کی صورت میں گھومتے پھرتے رہے۔ اسی دوران شام ہو گئی تو جلوس بھی ختم ہو گیا۔ اور پھر ہم خاص دوست کسی ہوٹل میں بیٹھ کر چائے کی پیالی سے

تھکن اُتار کر گھروں کو واپس آئے۔ لیکن میں نے گھر کے کسی فرد سے الیکشن کے بارے میں کوئی بات یا کسی قسم کا کوئی تبصرہ نہیں کیا کہ میرے لیے یہ اعزاز تو تھا لیکن ایسا نہیں کہ اس پر اتراتا پھروں اور اس کے گیت گاتا پھروں۔ ہاکی کھلاڑی ہونے کی وجہ سے یہ بات اب میری لیے معمول ہوگئی تھی کہ شکست پر صدمہ بھی عارضی سا ہوتا تھا اور جیت پر خوشی بھی عارضی سی ہوتی تھی۔

کالج کونسل کے سامنے پیشی:

سیکرٹری سٹوڈنٹ یونین بنے ابھی کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ مجھے زندگی کے ایک اہم ترین واقعے کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ایک ایسا امتحان تھا کہ اگر میری ذہنی تربیت میری جماعت مجلس احرارِ اسلام نے نہ کی ہوتی تو شاید میں اس امتحان میں فیل ہوجاتا تو نہ جانے کن حالات وحادثات میں مبتلا ہوجاتا اور وہ حالات اتنے خوش کن نہ ہوتے جیسا کہ بعد میں میری زندگی بسر ہوئی کہ شعبہ تدریس سے منسلک ہوکر اچھے ماحول میں پڑھے لکھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا۔ اور یہ اُنہی صحبتوں کا ثمر ہے کہ آج کچھ لکھ بھی سکتا ہوں اور کچھ کہہ بھی سکتا ہوں۔ اگر دیکھا جائے تو بنیادی طور پر یہ سب کچھ اللہ کا کرم ہی تھا لیکن وسیلہ مجلس احرار اسلام کی ذہنی تربیت بنی جس پر اللہ کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔

ہوا یہ کہ ایک دن حسبِ معمول ہم اپنے کمرے میں بیٹھے پروفیسر شور علیگ صاحب کا انتظار کر رہے تھے۔ جن سے ہم فارسی پڑھتے تھے۔ ہم روزانہ اُن سے اسی کمرے میں پڑھتے تھے اور اُن کے انتظار میں تھے کہ اچانک پروفیسر خواجہ نذیر جو سائنس کے کسی مضمون فزکس یا پھر کیمسٹری کے پروفیسر تھے اچانک اپنی پوری کلاس کو لے کر ہمارے کمرے میں آ گئے اور کہنے لگے کہ کلاس خالی کرو یہاں پر میں نے اپنی کلاس کو پڑھانا ہے۔ ہم سب اس پر حیران ہوگئے اور اُن سے کہا کہ ہم تو اس کلاس روم میں فارسی پڑھتے ہیں۔ اس پر انہوں نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا میں جو کہتا ہوں کلاس روم خالی کردو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ اس پر ہم کلاس چھوڑ کر سبھی باہر برآمدے میں آ گئے تو سامنے سے پروفیسر شور علیگ صاحب ہمیں پڑھانے کے لیے آ رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ تم کہاں چل دیے ہو، کمرے سے باہر کیوں آ گئے ہو؟ ہم نے جواب میں وہ سب کہا جو ہمارے ساتھ ہوا تھا۔ اس پر شور علیگ صاحب نے کہا میرا تو انتظار کیا ہوتا۔ ہم نے کہا کہ پروفیسر صاحب اتنے ناراض ہو رہے تھے کہ آپ کے انتظار کا اُنہوں نے ہمیں موقع ہی نہیں دیا۔ اس پر شور صاحب ہمیں ناراض ہوئے اور کہا آؤ پھر آج درختوں کے نیچے ہی پڑھو۔ چنانچہ اس روز ہم درختوں کے نیچے اُن کے لیکچر سے مستفید ہوئے جب اُن کا پیریڈ ختم ہوا تو اُنہوں نے کہا کہ کل اُسی کمرے میں پڑھائی ہوگی اور میرے آنے تک آپ نے کمرہ نہیں چھوڑنا۔ میرا انتظار

کرنا۔خاص طور پر یہ بات اُنہوں نے مجھے مخاطب کر کے کہی۔دوسرے روز ہم فارسی والے سبھی طالب علم اُسی کمرے میں آ کر بیٹھ گئے جہاں ہم پہلے فارسی کا پیریڈ پڑھتے تھے۔وہی ہوا کہ خواجہ نذیر صاحب پہلے روز کی طرح پھر اپنی ساری کلاس کو لے کر آئے اور اُنہوں نے انتہائی غصے میں کہا کہ کلاس چھوڑ دو۔یہاں پر میں نے اپنی کلاس کو پڑھانا ہے۔میں نے کھڑے ہو کر اُن سے انتہائی مؤدبانہ انداز میں گزارش کی:

’’سر! شور صاحب نے کہا ہے کہ میرے آنے تک کمرہ نہ چھوڑنا اور اُن کا انتظار کرنا۔اُنہیں آ لینے دیجیے تو ہم کمرہ چھوڑ دیں گے۔‘‘

بس پھر کیا تھا۔خواجہ نذیر صاحب غصے میں آئے اور انہوں نے بجلی سی تیزی سے مجھے میرے گریبان سے پکڑا اور کہنے لگے:

’’تم غنڈے ہو، کالج کے کھلاڑی سارے کے سارے غنڈے ہیں اور تم اُن غنڈوں کے لیڈر ہو۔تمہارا رویہ بدمعاشوں والا ہے، آؤ میں تمہیں آج پرنسپل کے سامنے پیش کرتا ہوں۔‘‘

میں تو یہ سب کچھ سن کر سکتے میں آ گیا اس کے بعد اسی طرح گریبان سے پکڑ کر پورے برآمدے میں مجھے کھینچتے ہوئے مجھے پرنسپل صاحب کے سامنے پیش کر دیا اور پرنسپل میاں نامدار جنہیں ہمارے کالج میں آئے ہوئے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا پہلے پرنسپل تاج محمد خیال کی جگہ آئے تھے کو خطاب کرتے ہوئے کہ:

’’اس کالج کے تمام کھلاڑی غنڈے ہیں۔اُنہوں نے پورے کالج کو اپنی غنڈہ گردی کا نشانہ بنا رکھا ہے اور یہ لڑکا ان غنڈوں کا سردار ہے۔یا یہ لڑکا اس کالج میں رہے گا اور یا پھر میں اس کالج میں پڑھاؤں گا۔‘‘

پھر اس میں لطف کی بات یہ ہے کہ میری ان پروفیسر صاحب سے کبھی بات چیت بھی نہیں ہوئی تھی حتیٰ کہ میں نے ان کو اس سے پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا۔جہاں تک اُن کے الزام کا تعلق ہے اس میں کسی قسم کی کوئی صداقت نہیں تھی۔یہ سارے الزامات سراسر بے بنیاد اور بے سروپا تھے۔ان کے اس غیر معمولی رویہ کی کئی وجوہات تھیں۔ایک تو چودھری غلام رسول ڈی۔پی۔ای صاحب کی ذات سے ہم کار اساتذہ کی نفرت اور اختلافات تھے اور دوسرے ان خواجہ نذیر کے بارے میں بعد میں پتہ چلا کہ حضرت قادیانی تھے۔

بہرحال میں نے اپنے نئے پرنسپل کو اُن کے الزامات کے جواب میں کہا کہ:

’’سر ایسی کوئی بات نہیں ہے جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اسے تسلیم نہیں کرتا نہ ہی تو میں غنڈہ ہوں اور نہ ہی غنڈوں کا

لیڈر رہوں۔ کل کی بات ہے کہ مجھے پورے کالج کے لڑکوں نے ووٹ دے کر سٹوڈنٹ یونین کا سیکرٹری جنرل منتخب کیا ہے، اگر میں ایسا ہوتا تو سیکرٹری کیوں بنتا؟ میں نے تو ایک پروفیسر کا پیغام ان تک پہنچایا تھا کہ پروفیسر شور صاحب کو آنے دیجئے اور اگر اس پر بھی اُن کو غصہ آیا ہے تو میں ان سے معافی مانگتا ہوں۔‘‘

لیکن خواجہ نذیر صاحب نے اس پر اصرار کیا کہ اس کیس پر کالج کونسل کی میٹنگ بلائی جائے۔ چنانچہ پرنسپل جو بالکل نئے تھے اور اُنہیں اس ساری صورت حال کے پس منظر کا کچھ علم نہیں تھا اُنہوں نے پروفیسر صاحب کے کہنے پر کالج کونسل کی میٹنگ بلانے کی حامی بھر لی۔

اس واقعے میں دو باتیں بڑی عجیب تھیں اور میں آج بھی اس پر حیران ہو جاتا ہوں کہ یہ واقعہ ذمہ دار پروفیسروں کی غلطی سے ہوا۔ پہلی غلطی تو پروفیسر ظرافت علی صاحب کی تھی جو کالج کے وائس پرنسپل تھے۔ کالج کے کمرے پروفیسروں کو وہی الاٹ کرتے تھے۔ پھر کمرے کم تھے اور طلبا زیادہ، اکثر کلاسیں گراؤنڈ میں درختوں کے نیچے ہوا کرتی تھیں۔ جس کمرے میں ہم پروفیسر شور علیگ سے فارسی پڑھتے تھے وہ کمرہ شور صاحب کو الاٹ کیا گیا تھا۔ اُسی کمرے کو بعد میں خواجہ نذیر صاحب کو الاٹ کر دیا گیا لیکن ظرافت صاحب نے اس بارے میں شور علیگ صاحب کو نہیں بتایا کہ اب کمرہ آپ کی بجائے پروفیسر نذیر کو الاٹ کر دیا گیا۔ دوسری غیر سنجیدگی پروفیسر شور علیگ کی تھی کہ وہ وقت پر کلاس روم میں نہیں آئے اور نہ ہی اُنہوں نے سارے معاملے کی اہمیت کو محسوس کیا اگر وہ پرنسپل صاحب کے پاس جا کر سب کچھ بتا دیتے اور میرے حق میں گواہی دیتے تو معاملہ اتنا سنگین نہ ہوتا اور نہ ہی مجھے کالج کونسل میں پیش ہونا پڑتا۔ بلکہ جب دوسرے دن مَیں نے سوچا کہ اس سارے معاملے کے بارے میں شور صاحب کو آگاہ کر دوں، لہٰذا میں نے اس غرض سے جب انہیں تلاش کیا لیکن شور صاحب تو اس دن بھی نہ آئے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا۔ جب اس سارے واقعے کا علم ہمارے ہاکی انچارج اور کوچ چودھری غلام رسول ڈی۔ پی۔ ای صاحب کو ہوا تو انہوں نے مجھے اپنے آفس میں بلوا لیا۔ وہاں پر سارے کالج کے کھلاڑی بھی پہلے سے جمع تھے اور اُنہیں کہہ رہے تھے کہ اگر شبیر کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی ہوئی تو ہم کالج کے اندر اس کے خلاف مظاہرہ بھی کریں گے اور احتجاجاً ہڑتال بھی کر دیں گے۔ لیکن چودھری صاحب نے اُنہیں سختی کے ساتھ منع کیا اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے اس مسئلے کو تدبر کے ساتھ حل کرنا ہے یہاں پر جوش کی نہیں ہوش کی ضرورت ہے اور پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:

’’دیکھو شبیر۔ تم سب سے پہلے تو یہ کرو کہ طارق آباد میں خواجہ صاحب کے گھر چلے جاؤ اور اُن سے معافی کی

درخواست کرو۔ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو رہا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ ایسے میں تمہیں بے قصور قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے۔ فوری طور پر میرے اسی حکم کی تعمیل کرو۔ میں نے سب کچھ چھوڑ کر فوری طور پر اس پر عمل کیا اور طارق آباد میں اُن کے گھر جا کر اُن سے معافی مانگی تو جواب میں اُنہوں نے کہا کہ:

''کوئی معافی نہیں۔ معاملہ اب کالج کونسل کے سپرد ہے اور وہی کونسل تمہارا فیصلہ کرے گی۔''

اس پر میں انتہائی پریشان حال گھر پہنچا کہ اب نہ جانے کیا ہوگا۔ مجھے اس بات کا شدید احساس تھا کہ معاملہ انتہائی سنگین ہے اگر کالج کونسل نے مجھے تین چار سال کے لیے سزا کے طور پر کالج سے نکال دیا اور اس کے بعد کسی اور کالج میں میرا داخلہ بھی نہ ہو سکا تو کیا ہوگا؟ کالج کونسل کی سزا پر ایسا ہی ہوتا تھا کہ خارج ہونے پر کسی دوسرے کالج میں بھی داخلہ ممکن نہیں ہوتا تھا۔

بہر حال مجھے کالج کونسل میں حاضر ہونے کا نوٹس مل گیا اور وہ دن بھی آ گیا۔ جس دن مجھے کالج کونسل میں پیش ہونا تھا۔ پرنسپل صاحب اپنی کرسی پر بیٹھے تھے اور ایک طرف کالج کے سینئر پروفیسر حضرات غالباً چار یا پانچ تھے وہ تشریف فرما تھے۔ خواجہ نذیر صاحب بھی پروفیسروں کے ساتھ کرسی پر تشریف فرما تھے۔ سب سے پہلے خواجہ صاحب کا بیان ہوا۔

''کہنے لگے کہ یہ لڑکا انتہائی قابلِ اعتراض کردار کا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پہلے یہ اس کالج میں داخل ہوا۔ پھر اس کالج سے مائی گریشن کر کے زرعی کالج چلا گیا۔ اور پھر اس نے نہ جانے کیوں اور کہاں ایک سال بسر کیا اور پھر یہ پچھلے سال یہاں پر دوبارہ داخل ہوا۔ اس نے اپنا ایک گروپ بنایا ہوا۔ اور یہ اُس گروپ کا لیڈر ہے اس کا کام ہی پروفیسروں کی بے عزتی کرنا ہے۔ لہٰذا اسے سخت ترین سزا دی جائے کہ کالج کا ڈسپلن اسی کا تقاضہ کرتا ہے۔''

اس پر پرنسپل صاحب نے جو کالج میں بالکل نئے نئے تھے ابھی انہیں آئے ہوئے چند دن ہی ہوئے تھے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم اس پر کچھ کہنا چاہتے ہو تو میں نے کہا کہ جی ہاں! میں اپنی پوزیشن واضح کرنا چاہتا ہوں۔

''میں نے کہا کہ جو کچھ پروفیسر صاحب نے میرے بارے میں کہا ہے میں اسے تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ میں نے صرف ایک پروفیسر کا پیغام ان تک پہنچایا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں۔ مجھے آج تک اس بات کی سمجھ نہیں آئی کہ یہ معاملہ جو بالکل معمولی نوعیت کا تھا یہ کالج کونسل تک کیسے پہنچ گیا۔ آپ اس بارے میں پروفیسر شور علیگ صاحب سے دریافت کر سکتے ہیں۔ جب یہ پروفیسر صاحب مجھے گریبان سے پکڑ کر آپ کے پاس لے آ رہے تھے تو میں نے راستے میں بھی ان سے معافی مانگی تھی کہ اگر آپ کو غصہ آ گیا ہے یا آپ کو اس سے رنج پہنچا ہے میں اس پر آپ سے

معافی مانگتا ہوں۔ لیکن انہوں نے میری ایک نہیں سنی۔ پھر آپ کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ میں اس کے بعد ان کے گھر اکیلا گیا اور ان سے گھر جا کر بھی معافی مانگی لیکن انہوں نے مجھے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ (اسی دوران کالج کے کچھ لڑکے پرنسپل کے دفتر کے باہر جمع ہو گئے اور کچھ شور سا محسوس ہوا۔ اس پر مجھے پرنسپل صاحب نے مجھے کہا کہ باہر جا کر دیکھو کہ یہ کون ہیں اور کیوں جمع ہیں۔ میں نے باہر جا کر طلبا کو سمجھایا کہ آپ یہاں پر جمع نہ ہوں یہ میرا معاملہ ہے اور اسے خود حل کر لوں گا۔ آپ کا یہاں پر جمع ہونا میرے لیے نقصان کا باعث ہے۔ وہ چلے گئے پھر میں نے اپنا بیان پرنسپل صاحب کے سامنے دوبارہ شروع کیا لیکن اب میرے بیان میں تبدیلی آ گئی تھی اور لہجہ بھی تبدیل ہو چکا تھا) میں حیران ہوں کہ میں اپنے کالج میں کیسے اور کیوں ایسا مجرم بن گیا ہوں جس جرم کی معافی سرے سے ممکن ہی نہیں۔ میری آنکھوں میں آنسو تھے اور میں کہہ رہا تھا کہ دیکھیں پرنسپل صاحب میں ایک غریب خاندان کا فرد ہوں۔ میرے ماں باپ نہ جانے کیسے گزر بسر کر رہے اور توقع لگائے بیٹھے ہیں کہ میں پڑھ لکھ کر ان کی مالی امداد کا سبب بنوں گا مجھے تو یہ بات سمجھ ہی نہیں آتی کہ میں اپنے اساتذہ کے درمیان کھڑا ہوں یا کسی پولیس سٹیشن میں قتل کے مقدمے میں ملوث ہوں۔ ایک بات یاد رہے یہ بات آپ پر آج نہیں تو کل واضح ہو جائے گی کہ میں بے قصور ہوں اور اگر آج میرا تعلیمی مستقبل تباہ ہوا تو قیامت کے دن میرا ہاتھ ہوگا اور آپ سب کا گریبان ہوگا اُس وقت آپ کے پاس مجھے سزا دینے کا کوئی جواز نہیں ہوگا۔ میں نے اُن پروفیسر صاحب سے اُس وقت بھی معافی مانگی تھی اس کے باوجود کہ میں بالکل اور ہر لحاظ سے بے قصور تھا۔ میں نے ان کی کوئی گستاخی نہیں کی اور ان کے گھر جا کر بھی معافی مانگی تھی۔ انہوں نے نہ اُس وقت مجھے معاف کیا اور نہ ہی اپنے گھر میں مجھے معافی دی۔ اس کے باوجود اگر آپ نے مجھے سزا دی تو اس پر میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ہے۔ اب میرے پاس کہنے کو کچھ باقی نہیں ہے۔''

یہ سن کر میں نے دیکھا کہ پرنسپل صاحب اور تمام اساتذہ بالکل خاموش تھے جیسے سکتے میں آ گئے ہوں، میری آواز دکھ درد میں ڈوبی ہوئی تھی، آنکھوں میں میرے آنسو تھے اور بات بالکل واضح تھی کہ مجھے کچھ نہ کرنے کے باوجود سزا دی جا رہی تھی۔ اس پر پرنسپل صاحب نے مجھے تھوڑی دیر باہر جانے کو کہا کہ ابھی آپ کو دوبارہ بلاتے ہیں۔ میں دفتر کے باہر چپڑاسی کے سٹول پر بیٹھ گیا۔ میرے اردگرد طلبا پھر جمع ہو گئے، کیا ہوا کیا ہوا۔ میں نے کہا کچھ نہیں ابھی ہونے والا ہے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ ابھی دس پندرہ منٹ ہی گزرے تھے اس دوران نہ جانے پرنسپل صاحب اور اساتذہ کے درمیان کیا بات چیت ہوئی مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ جب میں دوبارہ پرنسپل صاحب کے دفتر میں گیا تو مجھے پرنسپل صاحب نے

انتہائی پیار اور نرم لہجے میں کہا کہ:

''دیکھو آپ ایسا کریں کہ ایک کاغذ پر لکھ کر ایک معافی نامہ داخل کرا دیں اور اس کے بعد معاملہ ختم ہو جائے گا۔''

میں نے فوراً وہیں سے کاغذ اور قلم لیا بلکہ خود پرنسپل صاحب نے کاغذ اور قلم میرے آگے رکھ دیا اور میں نے جو کہا گیا تھا وہ لکھ دیا کہ اگر میری کسی بات سے پروفیسر صاحب کو رنج پہنچا ہے تو میں اس کے لیے اُن سے معافی مانگتا ہوں۔ اس پر وہ کاغذ تو پرنسپل صاحب نے اپنے پاس رکھ لیا اور کالج کونسل سے اُنھوں نے کہا: ''اس کالج کونسل کی کارروائی کو کسی ریکارڈ کا حصہ نہ بنایا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ جیسے یہ میٹنگ ہوئی ہی نہیں۔''

یوں اس مشکل سے جو مجھے مرتے دم تک یاد رہے گی نجات حاصل ہوئی۔ دوسرے دن مجھے پرنسپل صاحب خصوصی طور پر علیحدگی میں بلا کر کہا کہ:

''میں نے تمہاری تقریر سے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ تم بے قصور ہو۔ میں نے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں جس میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے تم سزا کے مستحق ٹھہرتے۔ میرے پیٹھ پر اُنھوں تھپکی دی اور کہا کہ جب تک میں یہاں ہوں تم پڑھتے بھی رہو اور کھیلتے بھی رہو۔ تمھیں اساتذہ کی طرف سے کسی قسم کا کوئی خطرہ پیش نہیں ہوگا۔''

میں نے پھر چودھری صاحب سے ملاقات کر کے اُنھیں سب کچھ بتا دیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ کہ تم بچ گئے ورنہ یہ لوگ تو تمھیں سزا دے کر مجھے اس کالج سے فارغ کرنا چاہتے تھے۔ تمھیں کیا معلوم کہ یہ سازش کیا تھی اور کیوں تیار کی گئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ حضرت قادیانی تھے اور اُنھیں اس بات کا بھی علم تھا کہ اس نے تحریکِ ختمِ نبوت میں بطور رضا کار کام بھی کیا تھا۔ دوسری وجوہات کے علاوہ یہ بھی ایک وجہ ضرور تھی۔

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ھے

مبصر: سید صبیح ہمدانی

● **زنا کی سنگینی اوراس کے بُرے اثرات　　مؤلف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی　　ملنے کا پتہ: مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ، اردو بازار۔ لاہور　　ضخامت: ۳۴۴ صفحات　　قیمت: ۴۰۰ روپے**

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اُس کی اپنی بھلائی اور بہتری کے لیے اسلام کو بطور دین عطا فرمایا۔ اس دین میں اللہ نے انسان کو کچھ چیزوں کا حکم دیا اور وہ مامور بہ چیزیں ایسی ہیں کہ اُن کے بجالانے میں انسان کا اپنا نفع ہے۔ اسی طرح کچھ چیزوں سے منع فرمایا اور وہ ممنوعہ اشیاء واعمال ایسے ہیں کہ اُن سے دور رہنا انسان کی ہستی کی بقا اور منفعت کے لیے ناگزیر ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ حکیمِ مطلق ہیں اور انسان کے متعلق خود اُس کے خالق کا ارشاد ہے کہ اُسے تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔ لہٰذا جب کبھی انسان نے محض اپنے علم اور ذاتی تجرباتی معلومات کو ہی سامنے رکھ کر زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا، تاریخ کی گواہی یہی ہے کہ یہ فیصلہ خود نوعِ انسانی کے لیے مضر ثابت ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی منع کردہ اشیا کی فہرست میں ایک نمایاں عمل زنا ہے، جس کی شناعت وقباحت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کو عطا کیے جانے والے ہر آسمانی پیغام میں اس عمل کو بصراحت ممنوع فرمایا۔ بحیثیت مومن ہمیں اس بات پر ایمان ہے کہ یہ منع ہمارے ہی فائدے کے لیے ہے۔ چاہے عقل ودانش اور دنیا کے اعتبار سے کامیاب وکامران اہلِ عقل و دانش کی آنکھ اس کی برائی کو نہ بھی پہچان سکے۔ لیکن جو عقل وحی کی رہنما روشنی سے مستنیر ہو، وہ یقیناً اس حکمِ منع کی حکمتوں اور حقیقتوں کا ادراک کرسکتی ہے۔ چنانچہ اُمّت کے اساطین علما نے ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ اور ممنوعہ اعمال (کی اس دنیا میں) ضرر رسانیوں اور کے بارے میں اپنی تصنیفات میں متلاشیانِ حقائق کی رہنمائی کی ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے مؤلف جناب پروفیسر فضل الٰہی ایک جیّد عالم اور صاحبِ اسلوب مصنّف ہیں۔ اور اللہ کی توفیق سے دورِ جدید کے تناظر میں اہمیت حاصل کرنے والے موضوعات پر مثبت اور دھیمے انداز میں قلم اٹھانے کا ڈھنگ جانتے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے اسلام کے علاوہ دیگر آسمانی مذاہب میں بھی زنا کی حرمت اور شناعت پر مدلّل انداز میں بھر پور بحث کی ہے۔ پھر نہ صرف مذاہبِ قبلیہ بلکہ عقلِ سلیم اور ہم زمانہ تحقیقات کی روشنی میں اس فعلِ بد کی نوعِ انسانی کے لیے مضرّت اور ہلاکت خیزی پر خاصے کی گفتگو کی ہے۔ مشرق ومغرب میں جاری تہذیبی کشمکش کے پس منظر میں

اس بحث کی اہمیت اور بھی فزوں ہو جاتی ہے جب فاضل مصنف مغربی مصادر سے شاہد اہلی کے طور پر گواہی لاتے ہیں۔ اس زمانے کے علم کلام میں دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے یہ مباحث بطورِ خاص قابلِ مطالعہ ہیں۔

کتاب عمدہ درآمد شدہ سفید کاغذ پر جاذب نظر سرورق اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ پروف کی غلطیاں کالمعدوم ہیں۔ مجموعی حیثیت میں کتاب ہر اچھی لائبریری میں ایک اچھا اضافہ ہے۔

- **والد کا پیغام اولاد کے نام** **مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی**

ملنے کا پتہ: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ خالق آباد۔ نوشہرہ **ضخامت: ۲۵۶ صفحات**

اولاد کے لیے اپنے والدین کی تربیت وآموزش بننے اور بگڑنے کا سب سے بنیادی سبب ہے۔ اللہ کا بڑا کرم ہے اُن والدین پر جنھیں اپنی اولاد کو صحیح تربیت کرنے کا موقع ملتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اُن کی مساعی کو بارور فرماتے ہیں۔ بلاشبہ نیک اولاد اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں اللہ نے اُن کو ایسا پسند فرمایا کہ اپنی آخری کتاب مجید میں اُن کو درج فرمایا۔ اسی طرح حضور اکرم حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے سوتیلے بیٹے (سیدنا ہند بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما) اور اپنے بھتیجے (عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما) کو ارشاد ہونے والی نصیحتیں کتبِ حدیث میں مذکور ومتداول ہیں۔ زمنِ صحابہ میں سیدنا علی کی شہزادگانِ عالی مقام کو نصیحتیں خاصی مشہور ہوئیں۔ پھر حضرت امام ابوحنیفہ کی وصایا بھی علمی حلقوں میں معرف ہیں۔ غرض والدین کا اپنی اولاد کو نصیحت کرنا اور ان نصائح کو تحریری شکل میں محفوظ کیا جانا اُمت میں ایک معروف روایت کے طور پر مروّج ہے۔

اسی روایت میں ایک اضافہ زیرِ نظر کتاب ہے، جس میں فاضل مؤلف نے اپنے عزیز سپوت کو مخاطب کر کے اپنے دل کی باتیں کہیں ہیں، لہجہ اس قدر پُر خلوص اور محبت سے بھرا ہوا ہے کہ اہلِ دل ہی اس کتاب کا بھرپور لطف لے سکتے ہیں۔ اہلِ نظر اہلِ دل حضرات خصوصاً وہ جو اولاد کی نعمت سے بھی مالا مال ہیں اس کتاب سے یقیناً مستفید ہوں گے۔

- **مآثر ومکاتیب حضرت مولانا محمد عبدالمعبود مدظلہ** **مرتّب: حافظ محمد طیب حقانی**

ملنے کا پتہ: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ خالق آباد۔ نوشہرہ **ضخامت: ۳۵۲ صفحات**

حضرت مولانا محمد عبدالمعبود مدظلہ بھلے وقتوں کی یادگار نشانی ہیں۔ آپ کو ماضی قریب کی عبقری شخصیات سے استفادہ کا موقع ملا ہے۔ انھی پرعظمت اکابر کی صحبتِ کیمیا اثر نے آپ کے مزاج کو بھی کندن بنا دیا۔ زمانِ حاضر میں آپ کا علمی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مولانا غلام اللہ خان مرحوم کو اپنی براہِ راست معلومات وشواہد کی بنا پر بدعتی عقائد سے بری ثابت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آپ کو خوبصورت اسلوبِ نگارش عطا ہوا ہے چنانچہ آپ کی تحریریں معاصر جرائد، خصوصاً ماہنامہ ''القاسم'' میں قارئین کی معلومات میں اضافے کا باعث بنتی رہتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں آپ کی ایسی ہی تحریروں کو جمع کیا گیا ہے۔ کتاب پر مشہور کتاب نواز شخصیت مولانا عبدالقیوم حقانی نے پیش لفظ تحریر فرمایا ہے۔ خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ کتاب دیدہ زیب طباعت سے مزیّن ہے۔

● **اسلامی معاشرہ کے لازمی خدّ وخال افادات: شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ**

جمع وترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی ملنے کا پتہ: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ خالق آباد۔ نوشہرہ۔ ضخامت: ۴۰۰ صفحات

ذخیرۂ حدیث میں حضرت امام ترمذی کی الجامع السنن کی اہمیت غیر معمولی ہے۔ آپ کی یہ کتاب صحاحِ ستّہ میں شمار کی جاتی ہے۔ اپنی منفرد اور گوناگوں خصوصیات کی بنا پر اس کتاب کو ہمیشہ سے علما کی خدماتِ شرح وتحشیہ حاصل رہی ہیں۔ درسِ نظامی میں شامل یہ کتاب اُن چند کتابوں میں سے ہے جو استاذ وتلمیذ کی خصوصی توجہات کا مرکز بنتی ہیں۔

برِصغیر پاک وہند کے علمائے حدیث کو بھی اس بابرکت کتاب کی خدمتِ شرح وبیان کی توفیق ارزاں ہوتی رہی ہے، چنانچہ العرف الشذی، الکوکب الدری، معارف السنن وغیرہ اسی خوبصورت سفر کے اہم مراحل ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی اسی مبارک سلسلے کی ایک سنہری کڑی ہے۔ جس میں سنن ترمذی شریف کے ابواب البرّ والصلہ کی املائی تقریر وافادات کو جمع کیا گیا ہے۔ مدرّسِ ذی شان مولانا سمیع الحق نے ملک کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ترمذی شریف کا درس ارشاد فرمایا اور اُن کے سعادت مند تلمیذ مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی نے اس درس کو قلمبند کر، ترتیب دے کر مولانا عبد القیوم حقانی کے سپرد کر دیا جو کتاب نوازی وکتاب پروری میں اپنا تعارف آپ ہیں۔

فاضل مدرس مولانا سمیع الحق اپنی سیاسی وعمرانی مصروفیات کے حوالے سے دنیا بھر میں مشہور ومعروف ہیں لیکن اس کتاب کے ذریعے اہلِ علم اور عوام کو اُن کی شخصیت کے علمی پہلو اور اُن کی اس محدثانہ شان سے آگاہ اور پھر مستفید ہونے کا موقع ملے گا جو کہ ابھی تک کسی قدر معرضِ خفا میں تھی۔ اردودان علمی حلقے فاضل مرتّب اور ناشر کی اس علمی خدمت پر شکرگزار رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی محنت کو قبول فرمائیں۔

● **ماہنامہ ’’انوارِ اسلام‘‘ (حیاتِ شادؒ نمبر) بیادحضرت مولانا محمد اشرف شاد رحمۃ اللہ علیہ**

مدیرِ اعلیٰ: مولانا مفتی محمد احمد انور۔ ضخامت: ۵۰۴ صفحات۔ قیمت: ۲۰۰ اعلیٰ، ۱۷۰ ادنیٰ (اشاعتِ خصوصی)

رابطہ: مرکزِ علم وعمل جامعہ اشرفیہ، مان کوٹ ضلع خانیوال

حضرت الاستاذ مولانا محمد اشرف شاد نور اللہ مرقدہ بہت سی عجیب اور فی زمانہ نادر خصوصیات کے حامل بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ کا اُن پر خاص انعام اُن کا بے مثل اور شہرۂ آفاق اندازِ تدریس وتفہیم تھا جو مدارسِ دینیہ میں اُن کا ذاتی کا تعارف بن گیا۔ حضرت الشیخ کو حینِ حیات میں ہی بجا طور پر امام الصرف والنحو کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آں موصوف کے درس میں غبی سے غبی طالب علم بھی کچھ حاصل کر کے اُٹھتا تھا۔ ان سطور کے ہیچ مدان راقم کو یاد ہے کہ حضرت کی درس گاہ سے پہلے دن نکلتے ہوئے سوچا تھا کہ آج استاذ کے منصب کی حجت تام ہوگئی اور آج کے بعد علم حاصل نہ کرنے کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ حضرت الاستاذ نے آبادی سے دور دیہات میں ڈیرہ لگایا جہاں کا علمی ماحول قرونِ مشہود لہا بالخیر کی

یاد تازہ کرتا تھا۔ اور اس زمانے میں اس بات کا زندہ ثبوت تھا کہ رندی و سرمستی پیمانہ و خمخانے کے محتاج نہیں بلکہ صرف بادۂ دل کی صفائی پر ہی موقوف ہے۔ حضرت مرحوم کی یادگار آپ کا سینچا ہوا گلشن جامعہ اشرفیہ مانکوٹ کی شکل میں موجود ہے اور آپ کے جانشین مولانا مفتی محمد احمد انور مدظلہ اُنھی کے نقشِ قدم پر اس جامعہ میں دادِ علم و تحقیق دے رہے ہیں۔

زیرِ نظر شمارہ اسی یادگار ادارے کا ترجمان ہے جس میں حضرت موصوف کے احوال و آثار کو ضبط کیا گیا ہے۔ کتابت کی غلطیوں اور ترتیب و تدوین میں خاصی بہتریوں کی گنجائش ہے۔ لیکن بحیثیتِ مجموعی یہ شمارہ حضرت کے تلامذہ کے وسیع حلقے کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ اور ایک گراں قدر تحفہ ہے۔

☆☆☆

مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی کے زیر اہتمام چوتھے مرکز احرار

رحمٰن سٹی اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی کی تعمیر جاری ہے، 8 دسمبر 2012ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر تعمیر کا آغاز ہوا

25 مرلے رقبہ پر مسجد، مدرسہ، دفتر، ختم نبوت اکیڈمی اور ڈسپنسری تعمیر کی جائے گی، جملہ اہل خیر سے تعاون کی درخواست ہے

ترسیل زر و رابطہ: عبداللطیف خالد چیمہ (مدیر مراکزِ احرار چیچہ وطنی)
دفتر دارالعلوم ختمِ نبوت، جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

منجانب: تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی
040 -5482253
0300-6939453

ادارہ

مسافرانِ آخرت

● **مولانا قاری عبدالحی عابد رحمۃ اللہ علیہ:**

مجلس احرار اسلام کے سابق ناظم تبلیغ اور معروف خطیب مولانا قاری عبدالحی عابد رحمۃ اللہ علیہ،

انتقال: جمعۃ المبارک ۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ، ۸؍فروری ۲۰۱۳ء

● **مفتی عبدالمجید دین پوری شہید رحمۃ اللہ علیہ:**

جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی کے صدر مفتی ۳۱؍جنوری ۲۰۱۳ء کو اپنے رفقاء سمیت شہید کر دیے گئے

● **شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ محمدیہ، اسلام آباد)**

قیام پاکستان سے قبل مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لیا۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ عملی طور پر درس وتدریس سے وابستہ ہو گئے لیکن ذہناً آخری وقت تک احراری رہے۔ انہوں نے احرار کی نشانی ''کلہاڑی'' سنبھال کے رکھی ہوئی تھی اور فرماتے کہ میں اب بھی احراری ہوں۔ انتقال: ۷؍فروری ۲۰۱۳ء، نماز جنازہ گاؤں تمبر کوئلہ مانسہرہ میں ادا کی گئی۔

● محمد شاہد مرحوم بن حاجی محمد دین، کاشان کے چچا، (کراچی) انتقال: ۳۰؍جنوری ۲۰۱۳ء

● مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے ساتھی بھائی خالد کی ہمشیر اور حاجی نواز صاحب کی اہلیہ مرحومہ۔

● خوش دامن مرحومہ نعیم اشرف صاحب، رحیم یار خان۔ انتقال: ۱۶؍فروری ۲۰۱۳ء

● رشید احمد حقانی (کوئٹہ) کے ماموں زاد عبدالصمد، انتقال: بعمر ۲۲ سال ۵؍فروری ۲۰۱۳ء

● والدہ مرحومہ محمد اکرم شیخ صاحب، (سابق امیر مجلس احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ) ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ انتقال: ۲۲؍فروری ۲۰۱۳ء

● جناب محمد عالم مرحوم: گوجرانوالہ میں ہمارے نہایت کرم فرما، مسجد القمر کے متولی اور حافظ محمد اکمل ناظم مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ کے شہر کے والد ماجد ۲۳؍فروری ۲۰۱۳ء کو انتقال کر گئے۔ حضرت پیر جی مدظلہٗ گزشتہ اڑھائی سال سے مسجد القمر میں ہر ماہ درس قرآن دے رہے ہیں۔

● محمد احمد مرحوم: مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے امیر جناب ملک محمد صدیق صاحب کے اکلوتے فرزند محمد احمد مرحوم۔

انتقال: ۱۸؍فروری ۲۰۱۳ء نماز جنازہ مفتی ہارون مطیع اللہ نے پڑھائی۔

● صوفی محمد اسلم مرحوم: مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس درجہ کتب مولانا محمد اکمل کے بڑے بھائی اور حافظ محمد اکرم احرار کے بھتیجے صوفی محمد اسلم۔ انتقال: ۳؍فروری ۲۰۱۳ء میراں پور، میلسی

● ساہی وال میں تحریک ختم نبوت کے متحرک کارکن رانا عبدالشکور کی والدہ ماجدہ مرحومہ، انتقال: ۱۶رفروری ۲۰۱۳ء

● حافظ محمد اکرم مرحوم: چیچہ وطنی میں دیرینہ و مخلص اور باوفا احرار کارکن حافظ محمد اکرم مرحوم، انتقال: ۱۶رجنوری ۲۰۱۳ء تدفین چک نمبر ۱۲/۳۹۔ ایل چیچہ وطنی

● دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے معاون ڈاکٹر جاوید احمد اور ڈاکٹر زبیر احمد کی والدہ ماجدہ مرحومہ۔ انتقال: چک نمبر ۶۵/ ۱۲۔ ایل چیچہ وطنی

● اہلیہ مرحومہ حافظ عبدالرحمٰن سنجرانی: ملتان میں قدیم احرار ساتھی جناب عزیز الرحمٰن سنجرانی کی بھابھی، عاصم خان سنجرانی، قاسم خان سنجرانی کی والدہ اور نعمان سنجرانی کی تائی مرحومہ، انتقال: ۲۴رفروری ۲۰۱۳ء

● مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن محمد طارق صاحب کی ہمشیر مرحومہ اور تحریک طلباء اسلام ملتان کے رہنما محمد فرحان الحق حقانی کی پھوپھی زاد، انتقال: ۱۴رفروری ۲۰۱۳ء

● دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے صدر مدرس قاری محمد قاسم کے چچا شیخ ظفر احمد مرحوم، انتقال: ۱۴رفروری جلہ ارائیں

● چودھری ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ: ہمارے کرم فرما ڈاکٹر طاہر مسعود (کہروڑ پکا) کے والد، تبلیغی جماعت ملتان کے بزرگ چودھری ظہور الحق، انتقال: ۲۵رفروری ۲۰۱۳ء، ابدالی مسجد میں سید محمد کفیل بخاری نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ تدفین دین پور شریف

● مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے کارکن ملک امتیاز علی خان (نمبردار)، انتقال: ۲۰رفروری ۲۰۱۳ء

● نور محمد قریشی مرحوم: مایۂ صد افتخار، محقق و مصنف جناب نور محمد ایڈووکیٹ، انتقال: ۲۴رفروری ۶ بجے شام، تدفین ۲۵رفروری میانی صاحب لاہور۔ آپ کی لازوال، شہرہ آفاق کتاب ''تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی'' ہمیشہ اُن کی یاد دلاتی رہے گی اور طالبانِ حق کو تحقیق و جستجو کی دعوت دیتی رہے گی۔

☆☆☆

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

28 مارچ 2013ء
جمعرات بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

ادارہ

اخبار الاحرار

احرار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

رپورٹ: مولوی کریم اللہ

پاکستان بن جانے کے بعد چنیوٹ کے قریب دریائے چناب کے اس پار ربوہ کے نام سے قادیانیوں کو وسیع رقبہ لیز پر دے دیا گیا جہاں ملک وملت کے خلاف سازشیں تیار ہونے لگیں، 1934ء میں قادیان میں بھی مجلس احرار اسلام نے فاتحانہ طور پر داخل ہو کر مسجد ختم نبوت، مدرسہ اور محدود پیمانے پر کپڑے کا کارخانہ قائم کیا اس کانفرنس نے پوری دنیا پر قادیانیت کا کفر بے نقاب کر کے رکھ دیا اور دنیا پر واضح ہو گیا کہ قادیانی گروہ کا اسلام یا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔ 1953ء میں قادیانی پاکستان کے اقتدار پر شب خون مارنے لگے تو مجلس احرار اسلام نے تمام مکاتب فکر پر مشتمل کُل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم کر کے تحریک ختم نبوت برپا کی دس ہزار نفوس قدسیہ نے خون کا نذرانہ پیش کر کے ارتدادی وار کا مقابلہ کیا۔ 1974ء میں بھٹو مرحوم کے دور اقتدار میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو اس حوالے سے حالات میں قدرے بہتری آئی، 1975ء میں بانی احرار حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے قائد احرار مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور رفقاء احرار کی انتھک محنت کے نتیجے میں قافلہ احرار ربوہ میں داخل ہوا جگہ خریدی 27؍فروری 1976ء کو ریاستی رکاوٹوں کے باوجود ربوہ کے پہلے عالمی اسلامی مرکز ’’مسجد احرار‘‘ کا سنگ بنیاد قائد احرار مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا دونوں بھائی ربوہ سے گرفتار کر لیے گئے۔ بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خطاب کیا اس منظر نے احرار کی تاریخ کا تابناک ماضی زندہ کر دیا تب سے اب تک احرار چناب نگر (ربوہ) میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ جلسہ جلوس سب کچھ مگر پورے امن سکون اور آئینی حدود میں رہتے ہوئے۔ 12؍ربیع الاول 1434ھ مطابق 25؍جنوری 2013ء جمعۃ المبارک کو آل پاکستان ’’احرار ختم نبوت کانفرنس‘‘ کے انعقاد سے کارکن اور قافلے ایک روز پہلے ہی پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ مولانا محمد مغیرہ (خطیب جامع مسجد احرار چناب نگر) کے درس قرآن سے کانفرنس کا آغاز ہوا تقریباً دس بجے پرچم کشائی کی تقریب منعقد ہوئی بعد ازاں مقررین نے کہا کہ 1974ء کی قومی اسمبلی کی قرار دادِ اقلیت اور 1984ء کے امتناع قادیانیت ایکٹ پر مؤثر عمل درآمد نہ کرانا آئین اور قانون سے صریحاً انحراف ہے، قادیانی صرف دین کے غدار نہیں بلکہ ملک وملت کے بھی وفادار نہیں! اِن کے بارے نرم گوشہ رکھنے والے حکمران اور سیاستدان دینی حمیت اور قومی غیرت سے عاری ہیں، کانفرنس قائد احرار مولانا سید عطاء المہیمن بخاری کی زیر سرپرستی اور خانقاہ سراجیہ (کندیاں) کے سجادہ نشین حضرت

مولانا خواجہ خلیل احمد کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی، کانفرنس کے اختتام پر ہزاروں فرزندانِ اسلام، مجاہدینِ ختمِ نبوت اور سُرخ پوشانِ احرار نے فقید المثال جلوس نکالا اور قادیانیوں کو دعوتِ اسلام کا فریضہ دہرایا، اختتامی نشستوں سے عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کے رہنما مولانا مفتی محمد حسن، اہلسنت والجماعت پاکستان کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے نائب صدر مفتی محمد زاہد، مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری ،عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد یوسف احرار، مولانا تنویر الحسن، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے امیر مولانا محمد الیاس چنیوٹی (ایم پی اے)، انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ کے نائب امیر مرکزیہ قاری شبیر احمد عثمانی، وفاق المدارس العربیہ کے مولانا ظہور احمد علوی، مجلس احرارِ اسلام سندھ کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے سیکرٹری جنرل قاری عبدالوحید قاسمی، اتحاد علماء کونسل گلگت (بلتستان) کے چیئرمین مولانا ثناء اللہ غالب، ممتاز صحافی سیف اللہ خالد اور محمد یونس عالم، مولانا عزیز الرحمٰن (اسلام آباد)، قاری عبید الرحمٰن زاہد (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، حافظ محمد ابوبکر (چنیوٹ)، مولانا عبدالہادی (مظفر گڑھ)، مولانا محمد زاہد نقشبندی، مولانا محمد اسماعیل فاروقی (صادق آباد)، حافظ محمد اکرم احرار کے علاوہ تحریک طلباء اسلام کے رہنما محمد جنید، محمد ابوبکر اور دیگر مقررین نے خطاب کیا، مفتی محمد حسن نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا عقیدہ اور تحفظ ختمِ نبوت کا مشن جنت کی ضمانت ہے، اصل دولت ایمان کی دولت ہے جس سے قادیانی محروم ہیں، مسلمانوں کو دین پر جم جانا چاہیے اور فتنوں سے بچنے کے لیے اہلِ حق سے تعلق کو مضبوط کرنا چاہیے، انہوں نے کہا کہ 1953ء کی تحریک ختمِ نبوت میں مقدس خون بہایا گیا اور بزرگوں اور کارکنوں پر ہر ظلم گرایا گیا انہوں نے استقامت اختیار کی اور دین پر جمے رہے، ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں نے کہا کہ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرنے والوں کو شفاعتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) نصیب ہوگی، غدارانِ ختمِ نبوت کے تعاقب کے لیے امیرِ شریعت کی جماعتِ احرار کا ماضی اور حال اُمتِ مسلمہ کا قیمتی اثاثہ ہے انہوں نے کہا کہ منکرینِ ختمِ نبوت اور منکرینِ صحابہ کے خلاف ہماری آئینی جدوجہد کا راستہ نہیں روکا جا سکتا، انہوں نے کہا کہ بلوچستان کی حکومت ختم کرنا غیر آئینی اور غیر اخلاقی اقدام ہے اس مسئلہ پر ہم مولانا فضل الرحمٰن کے مؤقف کی تائید کرتے ہیں۔ مفتی محمد زاہد نے کہا کہ جو سرور و کیف اور مرتبہ و منزلت ختم نبوت کے دفاع کے کام میں ہے وہ کسی اور کام میں نہیں، قصرِ نبوت کی تکمیل کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پہلا اجماع مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کے خلاف ہُوا اور گیارہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تحفظ ختم نبوت پر شہید ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ چناب نگر سابق ربوہ میں بیٹھ کر جو لوگ رَدِ قادیانیت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، وہ صحابہ کی سنت زندہ کر رہے ہیں اور مبارک باد کے لائق ہیں۔ مولانا ظہور احمد علوی نے کہا کہ منکرینِ ختم نبوت کے استیصال کے لیے پہلی مہم خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چلائی اور فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کی۔ انہوں نے کہا کہ وحدتِ اسلامی، عقیدۂ ختم نبوت سے وابستہ ہے۔ جناب سیف اللہ خالد نے کہا کہ قادیانیوں کی اینٹی پاکستان ریشہ دوانیوں کا سدباب وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کے باغی گروپ کے سربراہ چوھدری احمد یوسف کے قاتل ضرور اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔ کانفرنس کے

اختتام پر بعد نماز جمعتہ المبارک ملک بھر سے آئے ہوئے ہزاروں فرزندانِ اسلام، کارکنانِ احرار اور مجاہدین ختمِ نبوت نے قائد احرار مولانا سید عطاء المہیمن بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد مغیرہ، میاں محمد اویس، ڈاکٹر محمد عمر فاروق اور دیگر رہنماؤں کی قیادت میں فقید المثال جلوس نکالا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے...... بڑی شان والے، اسلام، ختمِ نبوت......زندہ باد اور فرما گئے یہ ہادی......لانبیّ بعدی، کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے اور کلمہ طیبہ اور درود پاک کا وِرد کرتے ہوئے جلوس جب آگے بڑھا تو عجیب سماں بندھ گیا۔ بڑے بڑے بینرز اور احرار کے سُرخ ہلالی پرچم تھامے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ قابلِ دید تھا۔ پولیس نے سخت حفاظتی انتظامات کر رکھے تھے، جبکہ مجلس احرار اور تحریک طلباء اسلام کے سکیورٹی دستے جلوس کو غیر منظّم ہونے سے بچانے کے لیے بھر پور کردار ادا کرتے رہے، جلوس چناب نگر کے مرکزی اقصیٰ چوک پہنچا تو یہاں خطاب کرتے ہوئے پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ ہم قادیانیوں کو دعوتِ حق کا پیغام پہنچانے کے لیے آئے ہیں کہ یہ دجل و گمراہی سے نکل آئیں جب جلوس قادیانی مرکز ''ایوانِ محمود'' کے عین سامنے پہنچا تو بہت بڑے جلسۂ عام کی شکل اختیار کر گیا، یہاں حافظ محمد اکمل نے تلاوتِ قرآن کریم کی اور قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم یہاں دھرنا دینے نہیں بلکہ حق سنانے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ ''میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت۔'' انہوں نے قادیانیوں سے کہا کہ وہ اپنے خلیفہ مرزا مسرور کو لندن سے بلائیں وہ اِس حدیث پاک پر مجھ سے بات کرے میں اُس کے دجل اور جھوٹ کا پردہ چاک کر دوں گا، انہوں نے کہا کہ امام مہدی دجال کو قتل کریں گے اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ اسلام شام میں نازل ہوں گے مرزائی اس مسئلہ پر دھوکہ دیتے ہیں یہ دھوکے عام مرزائیوں کو سمجھ نہیں آتے۔ انہوں نے کہا کہ امام مہدی سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے، انہوں نے کہا کہ چناب نگر پاکستان کا شہر ہے اس پر بھی پاکستان کا قانون لاگو ہونا چاہیے اور انتظامیہ عملاً اس کو آزاد کرائے۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے یہاں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم چناب نگر میں جھگڑا کرنے نہیں بلکہ دعوت اسلام دینے آئے ہیں اور آتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات کا مطالعہ کریں یا پھر ہم ان کو مرزا قادیانی کی کُتب پڑھانے کے لیے تیار ہیں، انہوں نے کہا کہ بھٹو مرحوم نے کہا تھا کہ ''قادیانی پاکستان میں وہی مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔'' سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ تحریک ختمِ نبوت نے جدو جہد کا طویل سفر کیا ہے اور 1953ء میں دس ہزار نفوس قدسیہ کے مقدس خون کی قربانی دی ہے۔ آخری سانس تک اس مشن کی آبیاری کرتے رہیں گے، مولانا محمد الیاس چنیوٹی نے کہا کہ ملکی قانون قادیانیوں کو اسلامی شعائر استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومت امتناع قادیانیت ایکٹ مجریہ 1984ء پر مکمل عمل درآمد کراوئے ورنہ کشیدگی بڑھے گی اور ذمہ داری سرکاری انتظامیہ اور قادیانیوں پر ہوگی، مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ ختمِ نبوت کے سرتاج محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تاجدارِ ختمِ نبوت کے خلاف قادیانی گستاخیوں کو کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا قادیانی عقیدہ ہے کہ وہ اپنے مردے یہاں امانت کے طور پر دفناتے ہیں۔

قرار دادیں:

مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام چناب نگر میں منعقد ہونے والی عظیم الشان ''سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس'' میں منظور کی جانے والی قراردادیں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے پریس کو جاری کی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ

● پاکستان کی سالمیت اور خودمختاری، حکومتی پالیسیوں کے باعث خطرات و خدشات سے دوچار ہو چکی ہے ● پاکستان کی داخلی حدود میں ڈرون حملوں کے تسلسل نے بین الاقوامی سرحدوں کا تقدس پامال کر دیا ہے۔ ● ملک کی اسلامی نظریاتی حیثیت کے گرد شکوک وشبہات کا جال بچھا دیا گیا ہے ● بے روزگاری، مہنگائی اور لوڈ شیڈنگ نے عوام کی زندگی اجیرن کر دی ہے ● میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ بے حیائی اور عریانی کو فروغ دے کر اسلامی ثقافت کے اثرات کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے ● حکومتی دوغلی پالیسی کے باعث قادیانیوں، گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ملحدین کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو رہا ہے ● دستور پاکستان کی اسلامی دفعات، تحفظ ختم نبوت کے دستوری قانونی فیصلوں کے خلاف سازشوں کا سلسلہ آگے بڑھتا نظر آرہا ہے۔ ● دینی مدارس پر جابجا چھاپوں کے ذریعہ اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو خوف وہراس کا نشانہ بنایا جارہا ہے ● نصاب و نظام تعلیم سے اسلامی حصوں کو خارج کرنے کے لیے بتدریج اقدامات کیے جارہے ہیں جس کے نتیجے میں نئی نسل کا بحیثیت مسلمان تشخص مجروح ہو رہا ہے۔ یہ اجتماع سمجھتا ہے کہ یہ صورتحال پاکستان کے اسلامی تشخص اور دستور کی اسلامی دفعات کو نظر انداز کرنے اور ملکی معاملات میں غیر ملکی مداخلت کا راستہ دینے اور مغربی آقاؤں کی ہر خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کی مذموم حکومتی روش کا منطقی نتیجہ ہے۔ اور حالات کی اصلاح کی اس کے سوا کوئی صورت ممکن نہیں کہ اس پالیسی پر نظر ثانی کی جائے اور ملک کے اسلامی تشخص اور قومی خودمختاری کی بحالی کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ ● یہ اجتماع ملک کی تمام دینی وسیاسی قوتوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ پاکستان کی نظریاتی حیثیت، قومی خودمختاری کے تحفظ اور عوامی مشکلات و مسائل کے حل کے لیے مشترکہ طور پر سنجیدہ محنت کا اہتمام کریں۔ ● ختم نبوت کانفرنس کا یہ اجتماع ملک کے اندر قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سازشوں اور ریشہ دوانیوں پر شدید احتجاج کرتا ہے اور ملک کے اندر سیاسی ابتری میں قادیانیوں کی سازشوں کو ایک بنیادی کردار قرار دیتا ہے۔ ● یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ فوج اور سول کے کلیدی عہدوں پر مسلط قادیانیوں کو برطرف کیا جائے اور بیرون ممالک سفارت خانوں سے بھی قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔ ● توہین رسالت کے مرتکبین کو سزائے موت دی جائے۔ ● مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔ ● پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ ● امتناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ 1984ء پر مؤثر عمل درآمد کرایا جائے۔ ● ملک میں بدامنی اور قتل وغارت پر قابو پایا جائے۔ ● داخلی اور خارجی محاذ پر ملک کی نظریاتی اساس کے مطابق پاکستان کے امیج کو حقیقی معنوں میں اجاگر کیا جائے۔ ● امریکہ نواز پالیسی ترک کر کے خودمختاری اور قومی وقار کو بحال کیا جائے۔ ● روزنامہ ''الفضل'' سمیت تمام قادیانی رسائل وجرائد پر پابندی عائد کی جائے۔ ● نصاب تعلیم میں عقیدۂ ختم نبوت اور شان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق تفصیلی مواد شامل کیا جائے۔ ● اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد کرایا جائے۔ ● قادیانیوں کو کلمہ طیبہ اور شعائر اسلامی

کے استعمال سے قانوناً روکا جائے۔ ● قادیانی عبادت گاہوں کی مساجد سے مشابہت ختم کرائی جائے۔ ● یہ اجتماع چناب نگر میں قادیانی تسلط پر تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ مسلمانوں کو چناب نگر میں آزادانہ نقل وحرکت اور کاروبار کے لیے قانونی تحفظ فراہم کیا جائے نیز چناب نگر میں قادیانی لیز ختم کر کے رہائشیوں کو مالکانہ حقوق دیے جائیں۔ ● حکومت پاکستان مظلوم فلسطینیوں اور کشمیریوں کی ہر فورم پر حمایت کرے اور تمام اسلامی ممالک کو مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے آواز بلند کرنے کے لیے آمادہ و منظم کرے ● اقوام متحدہ تمام انبیاء کرام کی توہین کے خلاف بین الاقوامی سطح پر مؤثر قوانین وضع کرے اور قادیانیوں کو اسلام کا ٹائٹل استعمال کرنے سے روکنے کے لیے اقدامات کرے۔ اور او۔ آئی۔ سی اس سلسلہ میں متحرک کردار ادا کرے۔ ● چناب نگر سمیت ملک بھر میں قادیانی اداروں سے وابستہ حضرات کا مکمل ریکارڈ چیک کیا جائے ۔ ● قادیانی اوقاف کو سرکاری تحویل میں لیا جائے۔ ● شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا اضافہ کیا جائے۔ ● چناب نگر میں سکیورٹی کے نام پر بنائی جانے والی غیر قانونی چوکیوں کو ختم کیا جائے اور سکیورٹی کا انتظام پولیس اپنے کنٹرول میں لے ۔ ● چناب نگر میں پولیس چوکی کی باؤنڈری وال بنا کر اسے مستقل کیا جائے۔ ● غازی ممتاز قادری کو رہا کیا جائے۔ ● ہم برما کے مسلمانوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرتے ہوئے اقوام متحدہ سے اپیل کرتے ہیں کہ برما کے مسلمانوں پر بدھسٹوں کے ظلم وستم کا نوٹس لیا جائے۔ ● مدارس دینیہ میں غیر قانونی چھاپوں کی بھرپور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مدارس کے حوالے سے اپنا رویہ درست کرے۔ ● ملک بھر میں علماء طلباء کی مظلومانہ شہادت لمحۂ فکر یہ ہے اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ قاتلوں کو فی الفور گرفتار کیا جائے ● کانفرنس میں چنیوٹ، چناب نگر اور ملک کے بعض دیگر حصوں میں توہین صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلخراش واقعات کی پرزور مذمت کی گئی اور مرتکبین کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ کیا گیا۔ ● کانفرنس میں یہ بھی کہا گیا کہ راولپنڈی سیٹلائٹ ٹاؤن میں قادیانی اپنا اِرتدادی مرکز قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، حکومت اس کا فوری نوٹس لے اور قانوناً روکے۔ ● لاہور میں حکومت قادیانیوں کو ایک ایکڑ جگہ الاٹ کرنے کی تیاری میں ہے حکومت باز رہے اور قادیانیت نوازی ترک کر دے۔

☆☆☆

راولپنڈی (۳۱ر جنوری) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ انسانی حقوق کے نام پر دلفریب نعرے لگانے والی عاصمہ جہانگیر جولا دینیت اور قادیانیت کے فروغ کے لئے کام کر رہی ہیں کا نام نگران وزیر اعظم کے لئے کسی طور پر قابل قبول نہیں ہوسکتا، عاصمہ جہانگیر سی آئی اے کی نگرانی میں بھارتی مفادات کے لئے کام کر رہی ہیں، وہ جامع مسجد ہولی فیملی ہسپتال راولپنڈی میں ختمِ نبوت کانفرنس سے خطاب کے بعد تحریک ختم نبوت کے کارکن محمد ناصر کی رہائش گاہ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں دینی جماعتوں کے کارکنوں کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے، اس موقع پر مجلس احرارِ اسلام راولپنڈی کے امیر چودھری خادم حسین، وقاص سعید اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ تاجر ایکشن کمیٹی اور عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت نے سیٹلائٹ ٹاؤن میں قادیانیوں کی اِرتدادی سرگرمیوں اور ملک دشمن کارروائیوں کے خلاف جو مؤثر کردار ادا کیا ہے وہ قابل تحسین ہے، انہوں

نے تاجر رہنما شرجیل میر اوران کے ساتھیوں کی انتھک کوششوں کی تعریف کی اور مبارکباد پیش کی۔انہوں نے کہا کہ امتناع قادیانیت ایکٹ پر مؤثر عمل درآمد نہ کروانے سے صورتحال مخدوش ہورہی ہے۔سرکاری انتظامیہ کی غفلت اور قادیانیوں کی خلاف اسلام اور خلاف آئین سرگرمیوں کی وجہ سے ہی لاءاینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہوتی ہے۔

☆☆☆

ملتان (یکم فروری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری، نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے صدر مفتی مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری کی شہادت پر شدید غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ کراچی میں علما وطلبا کو گاجر مولی کی طرح کاٹے جا رہا ہے۔ ایک طویل عرصے سے علما کو ٹارگٹ کر کے راستے سے ہٹایا جا رہا ہے۔اور حکومت کو اقتدار بچانے کے علاوہ کسی چیز کی کوئی فکر نہیں انہوں نے کہا کہ بدامنی اور قتل وغارت گری کی اصل ذمہ داری حکومت اور اتحادیوں پر عائد ہوتی ہے، سیکولر دین دشمن عناصر قادیانی لابی کی مدد سے پُرتشدد کارروائیاں کررہے ہیں۔عالمی سامراج دیسی غنڈوں کے سہارے علما کو راستے سے ہٹا رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ بے گناہ انسانوں کا خونِ ناحق سر چڑھ کر بولے گا انہوں نے کہا کہ قاتل اور ظالم سن لیں کہ ظلم کے دن تھوڑے ہوا کرتے ہیں۔مفتی عبدالمجید دین پوری شہیدِ راہِ حق ہیں۔اللہ تعالیٰ اُن کی اور اُن کے شہید رفقا کی شہادتوں کو قبول فرمائے اور ظالم قوتوں کو عبرت کا نشان بنادے(آمین)

☆☆☆

لاہور (۳رفروری) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے نگران وزیراعظم کیلئے عاصمہ جہانگیر کے نام کو مسترد کرتے ہوئے اس مسئلہ پر دینی وسیاسی جماعتوں کے سربراہوں کی مشترکہ کانفرنس طلب کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور وزیر اعظم اور قائد حزب اختلاف سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ عاصمہ جہانگیر کا نام مسترد کرنے کا دوٹوک اعلان کر کے عوام کو مطمئن کریں ،رابطہ کمیٹی کا اجلاس مجلس احرار اسلام کے مرکزی دفتر میں پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، جمعیت اتحاد العلماء کے سربراہ مولانا عبدالمالک خان، جماعۃ الدعوہ کے مرکزی رہنما قاری محمد یعقوب شیخ ،جمعیت علماء پاکستان کے پیر اعجاز احمد ہاشمی، جماعت اسلامی پنجاب کے نائب امیر امیر العظیم، اہلسنت والجماعت پنجاب کے صدر مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، انٹرنیشنل ختم نبوت کے سیکرٹری اطلاعات قاری محمد رفیق وجھوی، تنظیم اسلامی پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات مرزا محمد ایوب بیگ، جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا محبّ النبی اور حافظ نصیر احمد احرار، مولانا الطاف الرحمٰن گوندل، قاری محمد یوسف احرار، میاں محمد اویس اور دیگر نے شرکت کی۔اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ کہا گیا کہ عاصمہ جہانگیر کھلے بندوں توہین رسالت کی مرتکب ہوئی ہے، وہ ختم نبوت اور ناموس رسالتؐ کے بارے میں دستوری فیصلوں کی نہ صرف مخالفت کررہی ہیں بلکہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر دستور پاکستان کی اسلامی دفعات کیخلاف مسلسل مہم جاری رکھے ہوئے ہے۔وہ ملک کے اسلامی تشخص کو مجروح کرنے کیلئے ایک عرصہ سے سرگرم عمل ہے

اس لیے اسے نگران وزیر اعظم کے طور پر کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جاسکتا اور اس کی ہر سطح پر مزاحمت کی جائیگی۔اجلاس میں طے پایا کہ تمام پارلیمانی پارٹیوں کے قائدین سے فوری رابطہ کرکے انہیں عوام اور دینی حلقوں کے جذبات سے آگاہ کیا جائے گا۔اجلاس کے بعد پریس بریفنگ سے خطاب کرتے ہوئے قائد احرار اور دیگر رہنماؤں نے کہا کہ عاصمہ جہانگیر کو امریکی ایجنڈے کے تحت نگران وزیر اعظم بنانے کی کوششیں ہورہی ہیں جو آخر کار دم توڑ جائیں گی انہوں نے کہا کہ قوم عاصمہ پر متفق ہونے والے سیاستدانوں کو الیکشن میں ووٹ نہ دے، عاصمہ جہانگیر غیر ملکی مفادات کی نمائندہ ہے اور انسانی حقوق کے دلفریب نعرے کے نام پر بین الاقوامی پاکستان دشمن لابیوں کا حق الخدمت ادا کررہی ہے وہ صرف نظریاتی نہیں جغرافیائی سرحدوں کو بھی منہدم کرنا چاہتی ہے، انہوں نے کہا کہ وہ بے حیائی کو فروغ دے رہی ہے وہ ہر دین دشمن تحریک کی مددگار رہے،ن لیگ کو دینی غیرت کا جنازہ نہیں نکالنا چاہیے تھا۔

☆☆☆

لاہور(۳رفروری) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنوینیر عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ رسوائے زمانہ عاصمہ جہانگیر کا نگران وزیراعظم کیلئے نام پیش کرنے کا مقصد انتخابات کا التواء اور دستور کی اسلامی دفعات کیخلاف عالمی مہم کے دباؤ کو بڑھانا ہے، عاصمہ جہانگیر کے نام پر اتفاق کرنے والوں کا محاسبہ کیا جائے گا، عاصمہ جہانگیر کا نام فہرست میں شامل کرنے کے خلاف ۸رفروری جمعۃ المبارک کو ملک بھر میں ’’یوم احتجاج‘‘ منایا جائے گا۔ وہ لاہور پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کررہے تھے،مشترکہ پریس کانفرنس سے جمعیت علماء اسلام (س) کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی، جماعت اسلامی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، جمعیت علماء اسلام (ف) کے سیکرٹری اطلاعات مولانا محمد امجد خان، تنظیم اسلامی کے سیکرٹری اطلاعات مرزا محمد ایوب بیگ، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے رہنما مبشر احمد مدنی نے بھی خطاب کیا جبکہ میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار، قاری جمیل الرحمٰن اختر اور دیگر رہنما بھی موجود تھے عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ نظریۂ پاکستان سے دشمنی کی حد تک مخالفت رکھنے والی آزاد خیال اور شعائر اسلامی کی توہین کرنے والی خاتون کو نگران وزیراعظم ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا انہوں نے کہا کہ عاصمہ جہانگیر قادیانی پس منظر رکھتی ہے ۱۷رمئی ۱۹۸۶ء کو اسلام ہوٹل میں منعقدہ ایک سیمینار سے خطاب کے دوران عاصمہ جہانگیر نے ملک میں شرعی قوانین کے نفاذ کی مخالفت کرتے ہوئے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں (نعوذ باللہ) ’’ان پڑھ اور ناخواندہ‘‘ کے الفاظ استعمال کیے تھے جس پر شدید احتجاج ہوا تھا اور روزنامہ جنگ لاہور ۵رجون ۱۹۸۶ء میں شائع شدہ خبر کے مطابق قومی اسمبلی میں محترمہ آپا نثار فاطمہ مرحومہ کے توجہ دلانے پر اسپیکر قومی اسمبلی جناب حامد ناصر چٹھہ نے ان الفاظ کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا قرار دیتے ہوئے وزیر داخلہ اسلم خٹک کو ہدایت کی تھی کہ وہ اس پر مقدمہ درج کرائیں لیکن آج تک نہ مقدمہ درج ہوا ہے اور نہ ہی عاصمہ جہانگیر نے کوئی معذرت کی ہے۔انہوں کہا کہ روزنامہ جنگ لاہور میں ۲۶رجون ۱۹۸۶ء کو شائع ہونے والی ایک خبر میں عاصمہ جہانگیر نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ اس کے شوہر قادیانی ہیں اور وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتی، جبکہ اس کے اس اعتراف کو صحیح تسلیم

کرنے کی صورت میں ان کا نکاح شرعی اور قانونی دونوں حوالوں سے محلِ نظر ہو جاتا ہے۔ عاصمہ جہانگیر ملک کی نظریاتی اساس ''قراردادِ مقاصد'' کو مسلسل ہدفِ تنقید بنا رہی ہے اور پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کے لیے قراردادِ مقاصد کو دستور سے حذف کرنے کا مطالبہ کرتی آ رہی ہے۔ یاد رہے کہ قراردادِ مقاصد میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ کا اقرار کرتے ہوئے منتخب حکومت کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ملک کا نظام چلانے کا پابند قرار دیا گیا ہے۔ قادیانیوں نے اپنے بارے میں ملک کی منتخب پارلیمنٹ کے ۱۹۷۴ء کے دستوری فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر رکھا ہے اور وہ اس بنیاد پر مختلف بین الاقوامی اداروں اور حلقوں میں پاکستان کے خلاف گزشتہ چار عشروں سے مسلسل مہم جاری رکھے ہوئے ہیں جسے عاصمہ جہانگیر کی بھرپور حمایت اور تعاون حاصل ہے اور وہ ہر موقع پر قادیانیوں کی حمایت میں پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلے اور دستورِ پاکستان کی دفعات کو ہدفِ تنقید بناتی ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت و ناموس کے تحفظ کے قانون کی مخالفت میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اس کی آواز سب سے نمایاں ہوتی ہے اور وہ کئی بار اس قانون کی منسوخی کا مطالبہ کر چکی ہے۔ وہ کشمیری عوام بالخصوص شہداء و مجاہدین کی قربانیوں اور پاکستانی عوام کے جذبات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے بھارت سے غیر مشروط دوستی کے لیے کام کر رہی ہے اور اس سلسلہ میں بھارت کے بدنام زمانہ پاکستان دشمن لیڈر آنجہانی بال ٹھاکرے کے ساتھ اس کی ملاقاتیں اور سرگرمیاں ریکارڈ پر ہیں۔ مولانا عبدالرؤف فاروقی نے کہا کہ اس حساس مسئلہ پر ۸ر فروری کو ملک بھر میں ''یومِ مطالبہ و یومِ احتجاج'' منایا جائے گا کہ حکمران اتحاد اور اپوزیشن اس نام کو واپس لیں۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی سازش کی وجہ سے گورداسپور کا علاقہ انڈیا کو دیا گیا جس کی وجہ سے مسئلہ کشمیر آج تک لٹکا ہوا ہے۔ ڈاکٹر فرید احمد پراچہ نے کہا کہ عاصمہ جہانگیر کا کردار دین و وطن دشمنی سے عبارت ہے جو کوئی بھی اس کا نام تجویز کرے قوم اسے مسترد کرتی ہے مولانا محمد امجد خان نے کہا کہ جمعیت علماء اسلام اس مسئلہ پر تحریک ختم نبوت کے ساتھ ہے اور مادر پدر آزاد معاشرے اور سیکولر سٹیٹ کیلئے کوشاں عاصمہ جہانگیر اور اس قماش کے لوگوں کا راستہ روکنا ہر محبّ وطن سیاستدان کا فرض ہے۔ قاری محمد رفیق وجھوی نے کہا کہ عاصمہ جہانگیر قادیانی لابی کی نمائندگی کرتی ہے۔ قادیانی اکھنڈ بھارت کا مذہبی عقیدہ رکھتے ہیں امت مسلمہ قادیانی فتنے کا تعاقب جاری رکھے گی۔

☆☆☆

لاہور (۸ر فروری) پیپلز پارٹی اور (ن) لیگ کی جانب سے عاصمہ جہانگیر کو متوقع نگران وزیر اعظم کے طور پر نامزد کرنے کے حوالے سے متحدہ تحریکِ ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کی اپیل پر جمعہ کے روز آزاد کشمیر سمیت ملک بھر میں ''یومِ احتجاج'' منایا گیا، تمام مکاتبِ فکر کے ممتاز علماء کرام اور خطباء نے جمعۃ المبارک کے بڑے چھوٹے اجتماعات میں صدائے احتجاج بلند کی اور مذمتی قراردادیں بھی منظور ہوئیں، مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی، اہلسنت والجماعت پاکستان کے سربراہ مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، جمعیت علماء اسلام (س) کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی، جمعیت علماء اسلام (ف) کے مولانا محمد امجد خان، جماعت اسلامی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، جمعیت علماء پاکستان (نورانی) کے

رہنما پیر اعجاز احمد ہاشمی، تنظیم اسلامی کے سیکرٹری اطلاعات مرزا محمد ایوب بیگ، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان کے امیر مولانا محمد الیاس چنیوٹی، قاری شبیر احمد عثمانی اور قاری محمد رفیق وجھوی، جمعیت علماء پاکستان (سوادِ اعظم) کے سیکرٹری جنرل سردار محمد خان لغاری، مجلس احرارِ اسلام کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، ناظم تبلیغ مولانا محمد مغیرہ اور دیگر رہنماؤں نے مختلف مقامات پر اپنے اپنے خطابات و بیانات میں انتباہ کیا کہ حکمران اور سیاستدان ہوش کے ناخن لیں اور این جی اوز کے جھانسے میں آ کر اسلام و وطن دشمنی کا کردار ادا نہ کریں، ممتاز دینی رہنماؤں نے کہا کہ عاصمہ جہانگیر کا ماضی اور حال امریکی تابعداری، بھارت و اسرائیل نوازی سے داغدار ہے وہ آئین پاکستان سے بغاوت کی علمبردار ہے اور آزاد خیال معاشرہ بلکہ مادر پدر آزاد سوسائٹی کا قیام اُن کی ترجیح ہے، متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے مرکزی دفتر میں موصولہ اطلاعات کے مطابق آزاد کشمیر سمیت چاروں صوبوں کے بڑے چھوٹے شہروں حتیٰ کہ قصبات میں بھی نماز جمعۃ المبارک کے اجتماعات میں مطالبہ کیا گیا کہ عاصمہ جہانگیر کا نام نگران سیٹ اپ سے خارج کیا جائے اور ن لیگ کے رہنما اپوزیشن لیڈر چودھری نثار علی خان بھی نام واپس لیں اور قوم سے معذرت بھی کریں، رابطہ کمیٹی کے مطابق کراچی، حیدر آباد مورو، پنو عاقل، صادق آباد، رحیم یار خان، بہاولپور، ملتان، حاصل پور، وہاڑی، بورے والہ، چیچہ وطنی، میاں چنوں ساہیوال، چناب نگر، چنیوٹ، فیصل آباد، لاہور، گوجرانوالہ، راولپنڈی، پشاور اور دیگر مقامات پر اس مسئلہ پر ''یومِ احتجاج و یوم مطالبہ'' منایا گیا، سید عطاء المہیمن بخاری نے اپنے خطاب میں کہا کہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا اور قراردادِ مقاصد کے خلاف سازشیں عروج پر ہیں سنجیدہ دینی و قومی رہنماؤں کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، مولانا زاہد الراشدی نے گوجرانوالہ میں بڑے اجتماع سے خطاب میں کہا کہ ۱۷ مئی ۱۹۸۶ء کو اسلام آباد ہوٹل میں منعقدہ ایک سیمینار سے خطاب کے دوران عاصمہ جہانگیر نے ملک میں شرعی قوانین کے نفاذ کی مخالفت کرتے ہوئے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی (معاذ اللہ) توہین کی تھی۔ انہو ں نے کہا کہ وہ شاتم رسول ہے اور قادیانی نظریے کے مطابق اکھنڈ بھارت کی قائل ہے، عبداللطیف خالد چیمہ نے میاں چنوں میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عاصمہ جہانگیر کشمیری عوام بالخصوص شہداء و مجاہدین کی قربانیوں اور پاکستانی عوام کے جذبات کے برعکس بھارت سے غیر مشروط دوستی کے لئے کام کر رہی ہے، انہوں نے کہا کہ لندن میں پاکستانی سفارت خانے میں آنجہانی ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی یاد میں جس تقریب کا اعلان کیا گیا ہے وہ منسوخ کرنے کا اعلان کیا جائے، نیز سفیر پاکستان واجد شمس الحسن، قادیانی گروہ کو پرموٹ کرنا ترک کر دیں، اطلاعات کے مطابق کوئٹہ سمیت بلوچستان کے متعدد مقامات پر بھی ''یومِ احتجاج'' منایا گیا۔

☆☆☆

لاہور (۸ر فروری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ، نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد یوسف احرار، میاں محمد اویس اور مولانا محمد مغیرہ نے ممتاز عالم دین اور خطیب اسلام مولانا قاری عبدالحئی عابد کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ قاری عبدالحئی عابد نے ایک طویل عرصہ مجلس احرار اسلام پاکستان کے

شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام دینی و تعلیمی اداروں میں قاری عبدالحئی عابد کے ایصالِ ثواب کیلئے اجتماعی دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔

☆☆☆

جانشین شہید احرار حضرت مولانا محمد گل شیر شہید، بانی جامعہ اصحاب صفہ کراچی، مفتی ہارون مطیع اللہ ۱۰ رفروری ۲۰۱۳ء کو دارِ بنی ہاشم تشریف لائے۔ حضرت پیر جی مولانا سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم، پروفیسر سید محمد وکیل شاہ صاحب مدظلہ، سید عطاء المنان بخاری، مفتی سید صبیح الحسن ہمدانی اور مدرسہ معمورہ کے اساتذہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے مدرسہ معمورہ و نقیب ختم نبوت کے مختلف شعبے دیکھ کر نہایت مسرت کا اظہار کیا۔ مولانا مختصر قیام کے بعد راولپنڈی روانہ ہو گئے۔

سید محمد کفیل بخاری کے تبلیغی و تنظیمی اسفار

- ۲ رفروری ۲۰۱۳ء بعد نماز مغرب مدرسہ احیاء العلوم، مظفر گڑھ میں مقام صحابہ رضی اللہ عنہم پر خطاب
- ۳، ۴ رفروری قیام دفتر احرار لاہور
- ۵ رفروری بعد نمازِ مغرب، درسِ قرآن، مسجد الرحمٰن رپی ڈبلیو ڈی ہاؤسنگ سوسائٹی، ڈی بلاک۔ اسلام آباد، داعی محمد بلال
- ۸ رفروری خطبۂ جمعہ مدنی مسجد سرائے سدھو، ضلع خانیوال، داعی محمد حمزہ صاحب
- ۱۰ رفروری بعد نماز مغرب، خطاب سیرت خاتم المعصومین کانفرنس، مرکزی جامع مسجد صدیق اکبر، عثمان ٹاؤن، پشاور روڈ جھنگی سیداں، راولپنڈی۔ داعی مولانا محمد ابوذر
- ۱۵ رفروری، خطبۂ جمعہ جامع مسجد شہباز پور، صادق آباد
- ۱۶ رفروری، خطاب تبلیغی واصلاحی اجتماع بستی خانواہ، رحیم یار خان
- ۱۹ رفروری، قیام مرکز احرار چنیوٹ، چناب نگر بہ سلسلہ مشاورت تعمیر مسجد احرار
- ۲۰ رفروری، تلہ گنگ، بہ سلسلہ تعزیت ملک احمد مرحوم بن ملک محمد صدیق صاحب و ہمشیر مرحومہ بھائی خالد صاحب
- ۲۲ رفروری، خطبۂ جمعہ فقر شاہ، تحصیل میلسی ضلع وہاڑی
- ۲۲ رفروری، خطاب بعد نماز عشاء بستی خانپور، تحصیل میلسی
- ۲۴ رفروری، خطاب مدرسہ معمورہ بستی میراں پور، تحصیل میلسی، داعی حافظ محمد اکرم احرار
- ۲۴ رفروری، بعد نماز مغرب، درسِ قرآن شہووالہ تحصیل میلسی

MP3
سی ڈیز

خطباتِ محسنِ احرار
ابنِ امیرِ شریعت مولانا **سید عطاء المحسن بخاری** رحمۃ اللہ علیہ

۱. سالانہ قدیمی مجلس ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ (1981 تا 1998)
۲. واقعۂ کربلا اور ہمارا موقف (۱۲ تقاریر)
۳. شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پس منظر پیش منظر (۹ تقاریر)
۴. سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عصرِ حاضر (۱۴ تقاریر)
۵. سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارا کردار (۱۷ تقاریر)
۶. سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (۱۴ تقاریر)
۷. توحید و شرک (۱۷ تقاریر)
۸. ختم نبوت، حیاتِ عیسیٰ اور علامات قیامت (۱۸ تقاریر)
۹. خطباتِ برطانیہ (۱۸ تقاریر)
۱۰. اسلام، پاکستان اور سیاست (۱۶ تقاریر)
۱۱. حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۹ تقاریر)
۱۲. حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۷ تقاریر)
۱۳. خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم (۹ تقاریر)
۱۴. خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم (۷ تقاریر)
۱۵. خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم (۱۰ تقاریر)
۱۶. سیرت خلفاء اسلام رضی اللہ عنہم (۷ تقاریر)
۱۷. سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ناقدین (۸ تقاریر)
۱۸. بیاد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (۹ تقاریر)
۱۹. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے رحم ناقدین (۱۶ تقارر)
۲۰. سیرتِ ازواج واصحابِ رسول (۱۸ تقاریر)
۲۱. خطباتِ ختمِ نبوت وجلوسِ احرار چناب نگر (۱۹ تقاریر)
۲۲. نفاذِ اسلام اور جمہوریت (۱۵ تقاریر)
۲۳. اسلام اور جمہوریت (۱۶ تقاریر)
۲۴. دروسِ قرآن (۱۸ تقاریر)

DVD Video's

- سیرت کانفرنس وجلوس چناب نگر ۱۲ ربیع الاول 1988
- ختم نبوت کانفرنس (لندن) 1987
- اسلام اور جمہوریت (پرانا برف خانہ، ملتان) 1996
- سالانہ قدیمی مجلس ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ 1998,1997,1996,1994,1991,1990,1987

- سالانہ قدیمی **مجلس ذکرِ حسین** رضی اللہ عنہ، نواسۂ امیرِ شریعت سید محمد کفیل بخاری 2007, 2006, 2005, 2004 / 2012, 2011, 2010, 2009
- سالانہ قدیمی **مجلس ذکرِ حسین** رضی اللہ عنہ، ابنِ ابوذر حافظ سید محمد معاویہ بخاری 2007, 2006, 2005, 2004 / 2012, 2011, 2010, 2009
- سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس وجلوسِ احرار (چناب نگر) 2012, 2011

MP3 سی ڈیز

- تحریکِ آزادی کے عظیم رہنما آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ (۲۰ تقاریر)
- مجاہدِ ملت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (۸ تقاریر)
- حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۴ تقاریر)
- استاذ الحدیث مولانا ابو ریحان عبد الغفور سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (ختم نبوت کورس، دارِ بنی ہاشم ملتان) 2009, 2008, 2007
- شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی مدظلہ (ختم نبوت کورس، لاہور، ملتان) 2008, 2006, 2002, 2001

صدائے احرار
دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان 061-4511961, 0300-8020384
دفتر مجلس احرار اسلام 69-سی، حسین سٹریٹ، وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن لاہور 0300-4240910

بیاد
حضرت مولانا حافظ
استاد
احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خانقاہ احمدیہ سراجیہ
دادڑہ بالا

زیرِ شفقت
حضرت مولانا خواجہ
عزیز احمد صاحب مدظلہ العالی

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ
خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی

بیاد
حضرت مولانا
خواجہ
خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
میانوالی

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سراجیہ کا دو روزہ اصلاحی

عظیم الشان اجتماع

زیرِ صدارت
حضرت مولانا خواجہ
رشید احمد صاحب مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ احمدیہ سراجیہ

بمقام خانقاہ احمدیہ سراجیہ
دادڑہ بالا شریف ہڑپہ ساہیوال

16 | 17 مارچ 2013 بروز ہفتہ اتوار

اجتماع میں حضرت خواجہ صاحب کے خلفاء عظام، ملک بھر کے جید علماء کرام اور مشہور نعت خواں حضرات تشریف لا رہے ہیں۔ تمام مسلمان حضرات بالخصوص متوسلین سلسلہ پاک بھرپور طریقے سے شرکت کریں۔

اوقات کار: 16 مارچ صبح 9:00 سے
17 مارچ سہ پہر 4:00 بجے دعا ہوگی۔
باہر سے تشریف لانیوالے شرکاء کیلئے قیام و طعام کا مکمل انتظام ہوگا

زیرِ نگرانی
صاحبزادہ خواجہ
حبیب احمد خان سلمہ
رشید احمد

الداعی الی الخیر: خدام خانقاہ احمدیہ سراجیہ دادڑہ بالا شریف ہڑپہ ضلع ساہیوال

0305-7533883
0300-7973594 محمد نعیم
0301-7367413
0321-6925210 جاوید اقبال

زیرِ انتظام: مرکز سراجیہ ٹرسٹ گلی نمبر 4 اسلم پارک، غالب مارکیٹ گلبرگ III لاہور فون 042-35877456 0321-7044744
E-mail: markazsirajia@hotmail.com, www.endofprophethood.com

زندگی کے سارے سُکھ، صحت اور تن دُرستی سے ہیں

تن سُکھ سے تن دُرست

تن سُکھ جسم و جاں کو تقویت پہنچاتا ہے، نظامِ ہضم اور افعالِ جگر کی اصلاح کرتا ہے۔

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے رہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین معلم اسلامیات Tel:041-8814908

دعاؤں کے طالب

CARE کئیر
PHARMACY فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ! فیصل آباد میں 9 برانچز آپ کی خدمت کیلئے 24 گھنٹے کھلی ہیں۔